یا اللہ مدد | حیات النبی ﷺ زندہ باد | شان رسالت ﷺ زندہ باد | اصل کلمہ اسلام: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ | شان صحابہ زندہ باد | مقام امام اعظم ابوحنیفہ زندہ باد | حق چار یار

اکابرین دیوبند بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے افکار ونظریات کا بے باک ترجمان

مجلّہ صفدر

بفیضان
مظہر شریعت وطریقت قائد اہل سنت وکیل صحابہؓ
حضرۃ مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ
تلمیذ رشید وخلیفہ مجاز شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

بیاد
محدث عرب وعجم آبروئے دیوبند امام اہل السنۃ والجماعۃ
شیخ الحدیث حضرۃ مولانا محمد سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ
تلمیذ رشید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ ، خلیفہ مجاز: امام الموحدین حضرۃ حسین علی ، رئیس المفسرین مولانا حسین علی نور اللہ مرقدہ

مفسر قرآن ولی کامل حضرۃ مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی نور اللہ مرقدہ	فقیہ العصر ترجمان دیوبند حضرۃ مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ
شیخ المشائخ امام الاولیاء حضرۃ مولانا خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ	فخر اہل سنت وکیل صحابہؓ حضرۃ مولانا عبد اللطیف جہلمی نور اللہ مرقدہ
حکیم العصر شہید اسلام حضرۃ مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید نور اللہ مرقدہ	امین ملت مناظر اسلام حضرۃ مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ
پاسبان مسلک احناف شیخ الحدیث حضرۃ مولانا محمد حنیف نور اللہ مرقدہ	ترجمان مسلک دیوبند مولانا نور محمد تونسوی نور اللہ مرقدہ
وکیل صحابہؓ حضرۃ مولانا علامہ علی شیر حیدری شہید نور اللہ مرقدہ	جانشین شہید اسلام محقق العصر حضرۃ مولانا سعید احمد جلالپوری شہید نور اللہ مرقدہ

بدعا: وکیل صحابہؓ حضرۃ مولانا عبد الستار تونسوی نور اللہ مرقدہ ، حکیم العصر شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبد المجید لدھیانوی نور اللہ مرقدہ

سرپرست
پیر طریقت شیخ الحدیث
حضرۃ مولانا حبیب الرحمن سومرو صاحب مد ظلہ

نگران
وکیل احناف مناظر اسلام
حضرۃ مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی صاحب مد ظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا جمیل الرحمن عباسی
0301-7790908

مدیر مسئول
مولانا احسن خدامی
0320 4902150

مدیر
حمزہ احسانی
0307-5687800

فی شمارہ: 25......زر سالانہ: 300 روپے

برائے رابطہ: احسن خدامی، مکان نمبر 4، گلی نمبر 82 محمود سٹریٹ، محلہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور

ترتیب

۱	غامدی و عمار کی فکری ہم آہنگی......اداریہ	مدیر کے قلم سے...................	3
۲	مقصدِ قیام مدارس اور علماء کی ذمہ داری..	مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی..........	17
۳	سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ...........	مولانا جمیل الرحمٰن عباسی............	21
۴	غامدی: مرزا قادیانی کا وکیل صفائی.......	مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ............	23
۵	مذاکرات کی پیشکش اور مولانا راشدی...	مولانا عبدالرحیم چاریاری............	30
۶	رجم کی مشروعیت اور منسوخ نہ ہونا.........	ابومطیع....................	37
۷	زبیر علی زئی کا تعاقب (۲۹)...........	مولانا رب نواز.....................	46
۸	مولانا صلاح الدین یوسف (۶)...........	مولانا عبدالجبار سلفی.............	54
۹	فتنہ غامدی نمبر: اکابر کی نظر میں..........	مولانا سلیم اللہ خان/مولانا اسکندر.	58

مرزا غلام احمد قادیانی......اور......آزاد فورم

(قارئین! مرزا قادیانی کی درجِ ذیل تحریر پڑھ کر فیصلہ کریں کہ 'قادیانی سوچ' اور ''آزاد فورم' میں کوئی فرق ہے؟)

''بالآخر ایک ضروری امر کی طرف اپنے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ اِس منارہ میں ہماری یہ بھی غرض ہے کہ مینار کے اندر یا جیسا کہ مناسب ہو' ایک گول کمرہ یا کسی اور وضع کا کمرہ بنا دیا جائے، جس میں کم سے کم سو آدمی بیٹھ سکے۔ اور یہ کمرہ وعظ اور مذہبی تقریروں کے لیے کام آئے گا۔ کیونکہ ہمارا اِرادہ ہے کہ سال میں ایک یا دو دفعہ قادیان میں مذہبی تقریروں کا ایک جلسہ ہوا کرے۔ اور اس جلسہ میں ہر ایک شخص مسلمانوں اور ہندوؤں اور آریوں اور عیسائیوں اور سکھوں میں سے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے گا۔ مگر یہ شرط ہوگی کہ دوسرے مذہب پر کسی قسم کا حملہ نہ کرے۔ (مورچہ نہ بنائے۔ [ناقل]) فقط اپنے مذہب اور اپنے مذہب کی تائید میں جو چاہے تہذیب سے کہے۔

اِس لیے لکھا جاتا ہے کہ ہمارے دوست اِس اشتہار کو ہر ایک کاریگر معمار کو دکھلائیں اور اگر وہ کوئی عمدہ نمونہ اِس مینار کا جس میں دونوں مطلب مذکورہ بالا پورے ہو سکتے ہوں تو بہت جلد ہمیں اس سے اطلاع دیں۔ والسلام......خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان......۲۸/ مئی ۱۹۰۰ء''

[خطبہ الہامیہ، مشمولہ روحانی خزائن: ۳۰/۱۶]

جاوید احمد غامدی اور عمار خان ناصر......فکری ہم آہنگی

آج سے چند ماہ قبل بندہ نے اپنے ایک عزیز کی خدمت میں ایک عریضہ اور غامدی وعمار کی فکری ہم آہنگی سے متعلق حوالہ جات ارسال کیے تھے۔ مناسب معلوم ہوا کہ قارئین کو ان حوالہ جات سے استفادہ کا موقع دیا جائے۔ چند ناگزیر ترمیمات کے ساتھ وہ عریضہ اور حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

باسمہ تعالیٰ

از: حمزہ احسانی، حال مقیم: کراچی ۵/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ

بخدمت جناب برادرِ مکرم حضرت مولانا.............................مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ طالب خیر بخیر ہے۔ بعدہ!

چند دن قبل کسی کام سے جامعہ فاروقیہ (کراچی) جانا ہوا تو ایک مفتی صاحب نے بتایا کہ:

> ''حضرت مولانا عبدالحمید تونسوی صاحب نے مولانا...... صاحب سے عمار خان کی بابت بات کرنا چاہی تو مولانا......صاحب نے فرمایا: ''چھوڑیں جی! اُس کے ساتھ کوئی اختلاف نہیں۔ یہ تو چند ایک لوگوں کا اختلاف ہے، جو دراصل خاندانی اختلاف ہے۔'' اس پر مولانا عبدالحمید صاحب نے کہا: کیسے خاندانی اختلاف ہے؟ اس کے فلاں فلاں نظریات اہل سنت کے بالکل خلاف ہیں۔ لیکن مولانا...... صاحب عمار خان سے نظریاتی اختلاف ماننے کے لیے تیار نہیں ہوئے۔''

بندہ نے کہا: ...... نے یہ بات تایا جان زاہد الراشدی صاحب کے حوالے سے کی ہوگی، لیکن اُن مفتی صاحب نے کہا، نہیں! یہ بات انہوں نے عمار خان کے بارے میں کہی ہے۔

بندہ ناچیز تو یقین نہیں کرسکتا کہ حضرت......رحمہ اللہ کا خون ایسی بات کر سکے، اور پھر آپ خدام اہل سنت کے......بھی ہیں۔ امید قوی ہے کہ یہ بات درست نہیں ہوگی۔ ضرور سننے والے یا نقل کرنے والے کو مغالطہ ہوا ہوگا۔ یا تو سرے سے کوئی بات ہوئی ہی نہیں ہوگی یا پھر کم از کم ناصر بھائی کے بارے میں نہیں ہوگی۔ لہٰذا اگر مذکورہ بالا بات درست نہیں اور اللہ کرے درست نہ ہو۔ تو بندہ کا یہ عریضہ کالعدم سمجھیں۔ اور اِس سے اگلی سطور پڑھے بغیر ہی ضائع فرمادیں۔ اور اگر خدانخواستہ یہ بات درست ہے تو انتہائی افسوسناک ہے۔

ناصر بھائی کی جاوید احمد غامدی سے فکری ہم آہنگی کوئی اتفاقی نہیں، اور نہ ہی ایک دو معاملات میں

ہے۔اس حوالے سے قدرے تفصیل کے ساتھ چند حوالہ جات آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جاوید غامدی کے ملحدانہ نظریات کے باعث علماء کرام اور مفتیانِ کرام اُس پر کفر، الحاد اور بے دینی کے فتوے جاری فرما چکے ہیں۔ نیز اُس کے نظریات کی نشر واشاعت کو بالکل ناجائز اور حرام قرار دے چکے ہیں۔ اِس کے باوجود ناصر بھائی مسلسل نہ صرف اُس کے ملحدانہ افکار کی نشر واشاعت اور دفاع میں مصروفِ عمل ہیں، بلکہ اکابر علماء سے اِس بارے میں اُلجھنے سے بھی باز نہیں آرہے۔ مسئلہ تکفیر کا بنیادی نکتہ ہو یا اجماعِ امت، اقدامی جہاد ہو یا عورت کو حق طلاق کی قانونی تفویض، گستاخ رسول کی سزا کا معاملہ ہو یا رجم اور ارتداد کی شرعی سزا کا، قرآن پاک کے اُصول تفسیر ہوں یا احادیث مبارکہ کے قبول ورد کے قوانین، اتباع سلف ہو یا دینی مدارس کا نظام ونصاب، عقیدہ حیات عیسیٰ کی نوعیت ہو یا حدیث غزوۂ ہند، ڈاڑھی کی شرعی حیثیت ہو یا تصوف کے سلاسل......تقریباً سبھی معاملات میں ناصر بھائی انتہائی بے حمیتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوری امت کے خلاف جاوید غامدی کی بولی بول رہے ہیں۔ جو کہ خاندان صفدریہ پر ایک بدنما داغ اور بدترین دھبہ ہے۔ اور اِس سب سے بڑھ کر وہ صحابہ کرامؓ کی گستاخی کے بھی عمداً ایک سے زائد مرتبہ مرتکب ہو چکے ہیں۔

ایسے حالات میں بجائے اس کے کہ ناصر بھائی کو لگام دی جائے یا ان کا مقاطعہ اور بائیکاٹ کیا جائے، یا کم از کم علی الاعلان اُن کے ملحدانہ نظریات سے اعلان براءت کیا جائے اور عوام الناس کو اُن کے شرور وفتن سے خبردار کیا جائے......اُن سے اختلاف کو ''خاندانی اختلاف'' قرار دینا کسی بھی طرح قرینِ انصاف نہیں۔ اگر اس کی وجہ مسئلہ کی حقیقت سے بے خبری ہے تو اس کے لیے ہم حاضر ہیں اور پوری تفصیل کے ساتھ مسئلے کو واضح کرنے کے لیے آنجناب کے حسبِ ارشاد ہر طرح کی کاوش کے لیے تیار ہیں۔ لیکن اگر معاملے کی حقیقت معلوم ہونے کے باوجود آنجناب کی رائے یہی ہے، (اللہ نہ کرے کہ ایسا ہو) تو پھر بندہ یہ عرض کرنے پر مجبور ہے کہ اس طرز عمل سے نہ صرف انصاف ودیانت کا خون کیا جارہا ہے بلکہ اپنے اسلاف و اکابر کی ارواح کو بھی تڑپایا جارہا ہے۔

میرے محترم بھائی جان! اگر یہی صورتحال رہی تو روزِ قیامت اپنے بزرگوں حضرت داداجی رحمہ اللہ، حضرت ناناجی رحمہ اللہ، حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ اور حضرت جہلمی رحمہ اللہ کو ہم کیا منہ دکھائیں گے؟ ......ناصر بھائی کی طرح ڈاکٹر فضل الرحمٰن بھی ایک علمی گھرانے کا فرزند اور ایک فاضل دیو بند کا بیٹا تھا، اُس کے والد صاحب نے نہ صرف اُس کا بائیکاٹ کر دیا تھا، بلکہ یہ اعلان کر دیا تھا کہ: یہ شخص میرے جنازے میں شریک نہ ہو!'' جی ہاں! ایسے بھی باپ ہوتے ہیں۔۔!!......اور مشہور ملحد عمر احمد عثمانی بھی حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کا بیٹا تھا۔ حضرت عثمانی رحمہ اللہ نے بھی اُس سے قطع تعلق اور بائیکاٹ کرنے میں کسی

خاندانی، سیاسی یا کسی بھی مصلحت کو آڑے نہیں آنے دیا۔

آپ اور ہم سمیت تمام خاندان کا فریضہ اور ذمہ داری ہے کہ ناصر بھائی کے ملحدانہ نظریات سے علی الاعلان اعلانِ براءت کریں۔ اگر ہم اپنی سیاسی، خاندانی یا جماعتی مجبوریوں کے بنا پر یہ برحق قدم نہیں اٹھا سکتے تو کم از کم خلاف واقعہ بات تو نہ کریں۔ میں تو اِس بات کا بہت خیال رکھتا ہوں کہ سچ بولنے کی ہمت اور موقع ہو تو بولتا ہوں، ورنہ خاموش رہتا ہوں۔ غلط بیانی اور بات کو غلط رخ دینے سے حتی الامکان پرہیز ہی کرتا ہوں۔ خلافِ واقعہ بات پر روزِ قیامت کی پکڑ کا خوف دامن گیر رہتا ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو اپنی امان میں رکھیں۔ اگر سب خاندان والے یہی طرزِ عمل اختیار کر لیں تو کیا ہی اچھا ہو۔!! زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ دنیا کی اِس چار روزہ زندگی میں کچھ ممکنہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا، یا چند لوگ ہم سے رشتہ توڑ لیں گے، ملنا جلنا ختم کر دیں گے۔ بس! لیکن روزِ آخرت ہم اپنے بزرگوں کے سامنے شرمندہ اور نادم تو نہیں ہوں گے۔ اور اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ذلت ورسوائی سے بھی بچ جائیں گے۔ اللہ پاک ہم سب کو اپنے اکابر واسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور دیوبندی حلقوں میں تیزی سے پھیلتے غامدی ناسور سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین

آپ سے یہ سوال کرنے کو بھی جی چاہتا ہے کہ اگر حضرت نانا جی اور حضرت جہلمی رحمہما اللہ حیات ہوتے اور تایا جان کا موجودہ طرزِ عمل، الشریعہ کی دادا جان کی علالت ووفات کے بعد والی پالیسی اور تایا جان کی طرف سے ناصر بھائی کی ناجائز حمایت اور بے جا دفاع دیکھتے تو اُن کا موقف اور طرزِ عمل کیا ہوتا۔۔!؟

آپ کے جواب کا منتظر رہوں گا۔۔!!

والسلام......آپ کا بھائی......حمزہ احسانی......۵/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ

نوٹ: اِس عریضے کے ساتھ ناصر بھائی کی 'جاوید غامدی سے فکری ہم آہنگی کے چند نمونے (جو اِس ناچیز نے بہت محنت سے صرف آپ کی خاطر ترتیب دیئے ہیں) اِرسال کر رہا ہوں۔ تاکہ پورے شرح صدر کے ساتھ آپ یہ جان سکیں کہ ناصر بھائی پوری امت کی مخالفت میں غامدی کے شانہ بشانہ ہیں۔

ناصر بھائی اور جاوید غامدی کی فکری ہم آہنگی کے چند نمونے

ناصر بھائی نے بہت سے مسائل میں جاوید غامدی کی 'اُصولی' پیروی اختیار کر رکھی ہے۔ ذیل میں چند ایک بطورِ نمونہ پیش کیے جاتے ہیں۔ عصر حاضر کے ملحدین کے اِن دونوں اماموں کی اصل عبارات دینے

کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔

(۱)......اجماعِ امت:

جاوید احمد غامدی:

دین کا تنہا ماخذ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات ہے۔آپ سے یہ دین آپ کے صحابہ کے اجماع اور قولی وعملی تواتر سے منتقل ہوا اور دو صورتوں میں ہم تک پہنچا ہے: ایک قرآن، دوسرے سنت۔آپؐ کے بعد اب یہ انھی دو چیزوں سے اخذ کیا جاتا ہے۔اِن کے علاوہ تبعاً اگر کوئی چیز خدا کے منشا تک پہنچنے کا ذریعہ بن سکتی ہے تو وہ اجتہاد ہے۔......آپؐ کے بعد آپ کے صحابہ وتابعین نے یہ روایت قائم رکھی، لیکن فقہاء کا دور شروع ہوا تو اِس کے ساتھ ایک چوتھی چیز کا اضافہ کر دیا گیا۔یہ مسلمانوں کا اجماع ہے۔اُس کے بعد سے اب تک بالعموم مانا جاتا ہے کہ اسلامی شریعت کا ایک مصدر یہ اجماع بھی ہے۔دین کے ماخذ میں یہ اضافہ یقیناً ایک بدعت ہے۔قرآن وسنت کے نصوص میں اِس کے لیے کوئی بنیاد تلاش نہیں کی جاسکتی۔ [اشراق، اکتوبر ۲۰۱۱ء، ص:۲......جاوید احمد غامدی]

عمار ناصر:

''یہ حقیقت اپنی جگہ بالکل واضح ہے کہ علمی وفقہی تعبیرات کے دائرے میں حقیقی معنوں میں کسی اجماع کے امکان یا انعقاد کا تصور محض ایک علمی افسانہ ہے جس کا حقیقت کے ساتھ دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔''

[براہین:۱۲۵]

ایک اور جگہ ناصر بھائی نے لکھا ہے کہ: ''اجماع بھی ایک دلیل ہے، لیکن اگر اس کی بنیاد کوئی قطعی نص ہو تو قطعی دلیل ہے اور اگر اجماع کی بنیاد اجتہاد ہو تو ظنی دلیل ہے۔'' درحقیقت یہاں بھی انہوں نے اجماع کی قطعیت کو دوسری کسی دلیل پر موقوف کر کے اجماع کی قطعیت کا انکار ہی کیا ہے۔گویا اجماع بذات خود کوئی دلیل نہیں۔[دیکھیے، الشریعہ اشاعت خاص: جون:۲۰۱۴ء]

☆...... دیکھ لیجیے! غامدی کا کہنا ہے کہ ''اجماع بدعت ہے۔'' اور ہمارے یہ خان بہادر اُسے ''علمی افسانہ'' قرار دے کر تمسخر واستہزاء کر رہے ہیں۔مقصود دونوں کا ''اجماع امت'' کا انکار اور ''اجماعی عقائد ومسائل'' سے فرار ہے۔

(۲)......توہین رسالت کی سزا:

جاوید احمد غامدی:

۱۔توہین کے مرتکب کو توبہ واصلاح کی دعوت دی جائے گی اور بار بار توجہ دلائی جائے گی کہ وہ خدا اور رسول کا ماننے والا ہے تو اپنی عاقبت برباد نہ کرے اور ان کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دے اور ماننے والا نہیں ہے تو مسلمانوں کے جذبات کا احترام کرے اور اس جرم شنیع سے باز آجائے۔

۲۔ اس کے خلاف مقدمہ صرف اس صورت میں قائم کیا جائے، جب وہ توبہ اور رجوع سے انکار کردے؛ سرکشی کے ساتھ توہین پر اصرار کرے؛ فساد انگیزی پر اتر آئے؛ دعوت، تبلیغ، تلقین و نصیحت اور بار بار کی تنبیہ کے باوجود باز نہ آئے، بلکہ مقابلے کے کھڑا ہو جائے۔

۳۔ سزا میں گنجایش رکھی جائے گی کہ جرم کی نوعیت اور مجرم کے حالات تقاضا کرتے ہوں تو قتل جیسی انتہائی سزا کے بجائے اسے کوئی کم تر سزا بھی دی جاسکتی ہے۔[اشراق، مارچ تا مئی ۲۰۱۱ء]

عمار ناصر:

ج۔ مجرم سے پہلی مرتبہ جرم سرزد ہوا ہو تو اسے توبہ، معذرت اور معافی کا موقع دیا جائے۔......

د۔ جرم کی نوعیت اور اثرات کے لحاظ سے سزائے موت کے ساتھ ساتھ متبادل اور کم تر سزاؤں کی گنجائش بھی قانون میں شامل کی جائے، جبکہ موت کی سزا کو اس جرم کی انتہائی سزا قرار دیتے ہوئے اسی صورت میں نافذ کیا جائے جب جرم کے سد باب اور اس کے اثرات کا ازالہ کرنے کے لیے یہی سزا ناگزیر ہو۔

ہ۔ اگر توہین رسالت کا الزام جھوٹا ثابت ہو تو الزام لگانے والے کو سخت سے سخت سزا دی جائے تاکہ شخصی اور گروہی وطبقاتی نزاعات میں اس الزام کو بطور ہتھیار استعمال کرنے کے رجحان کی حوصلہ شکنی کی جائے۔‘‘

[اشاعت خاص، ص:۱۸۹]

☆...... لیجیے! استاذ شاگرد کی مندرجہ بالا تحریر کے مشترکہ نتائج پر غور فرمایئے۔ دونوں کا کہنا یہ ہے کہ:

ا۔ پہلی مرتبہ یہ خباثت کرنے والے کو سرے سے کوئی سزا ہی نہ دی جائے بلکہ توبہ کا موقع دیا جائے، پھر معذرت اور معافی کا بھی۔ (تاکہ یکے بعد دیگرے سب کفار اس حرکت کا ارتکاب کرتے اور معافی مانگ کر جان بچاتے رہیں۔)

۲۔ اگر وہ توبہ سے انکار کردے اور سرکشی کے ساتھ فساد انگیزی پر اتر آئے تو پھر اس پر مقدمہ کیا جاسکتا ہے۔ (گویا نفس توہین ایسا جرم نہیں جس پر مقدمہ کیا جائے۔ اصل جرم فساد انگیزی ہے۔)

۳۔ جرم کی نوعیت اور اثرات کے لحاظ سے موت کی سزا کے علاوہ کم تر درجے کی سزاؤں کی بھی گنجائش رکھی جائے۔ (یعنی پہلے توہین وسب اور گالی گلوچ کو تولا جائے، پھر اس کے مطابق سزا کا انتخاب کیا جائے۔)

۴۔ اگر کوئی شخص کسی پر توہین رسالت کا غلط الزام لگائے تو اسے سخت سے سخت سزا دی جائے۔ (توہین کے مجرم کے لیے ’’کم تر‘‘ اور محض الزام لگانے والے کے لیے ’’سخت سے سخت‘‘۔)

محترم بھائی جان! آپ بتایئے! کیا اِس کے بعد بھی یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ ناصر بھائی ’’غامدی‘‘ نہیں ہیں؟

(۳)......قادیانیوں سے تعلقات:

جاوید احمد غامدی:

......غامدی جب قادیانیوں کو کافر ہی قرار نہیں دیتا، اُن کے خلاف بنائے گئے ناموس رسالت قانون کو تسلیم نہیں کرتا تو اُن کے معاشرتی بائیکاٹ کی کیوں حمایت کرنے لگا؟ چنانچہ قادنیوں سے بائیکاٹ کی بھرپور مخالفت کرتے ہوئے اُن کو سلام کرنے اور سلامتی کی دعا دینے کو بھی بالکل درست اور جائز قرار دیتا ہے۔[دیکھیے: ماہنامہ فقیہ، جون ۲۰۱۴ء، ص:۱۲]

عمار ناصر:

''......قادیانیوں کے ساتھ بطور ایک طبقے سماجی تعلقات منقطع کر دینے کی حکمت عملی سے مجھے اختلاف ہے۔''[اشاعت خاص:۱۸۶]

☆...... یہاں ''قدرِ مشترک'' یہ ہے کہ اِن دونوں ملحدوں کو''قادیانیوں سے بائیکاٹ'' پر اعتراض ہے۔ جب کہ پوری امت کا متفقہ فیصلہ اور فتویٰ ہے کہ قادیانیوں کا ہر قسم کا بائیکاٹ فرض ہے۔اوران سے کسی بھی قسم کا تعلق رکھنا ناجائز اور حرام ہے۔

(۴)......مسجد اقصیٰ:

جاوید احمد غامدی:

......غامدی مسجد اقصیٰ کو یہودیوں کا حق قرار دیتا ہے۔

[ملاحظہ ہو، اشراق جولائی، اگست ۲۰۰۳ء اور اشراق مئی، جون ۲۰۰۴ء، بحوالہ غامدیت کیا ہے؟]

عمار ناصر:

''......عبادت گاہ کا وہ حصہ جہاں اصل ہیکل سلیمانی تعمیر کیا گیا تھا اور جو یہود کے قبلے کی حیثیت رکھتا ہے، اس پر بنی اسرائیل کا حق اصولی طور پر حسب سابق برقرار ہے۔''[اشاعت خاص، ص:۱۷۹]

☆...... ناصر بھائی نے اپنے مسجد اقصیٰ والے تفصیلی مضمون میں بار بار زبانِ حال اور اشاروں کنایوں سے چودہ صدیوں کے مسلمانوں کو''غاصب، بددیانت اور ناجائز طور پر قابض'' لکھا ہے۔ ذرا انصاف سے بتائیں کہ کیا اِس کے بعد بھی ناصر بھائی کے اختلاف کو''سنجیدہ'' اختلاف قرار دینے کی کوئی گنجائش موجود ہے۔!؟

(۵)......اقدامی جہاد:

جاوید احمد غامدی:

☆...... جاوید غامدی مسلمانوں پر ظلم کے جواب میں جہاد کو تو جائز کہتا ہے، جبکہ اسلام کی سربلندی اور غلبہ

کے لیے جہاد کو صرف رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے لیے خاص قرار دیتا ہے، لکھتا ہے:

یہ جہاد و قتال ہے، لیکن اس کا حکم قرآن میں دو صورتوں کے لیے آیا ہے:

ایک، ظلم و عدوان کے خلاف،

دوسرے، اتمام حجت کے بعد منکرین حق کے خلاف۔

پہلی صورت شریعت کا ابدی حکم ہے اور اِسی کے تحت جہاد اُسی مصلحت سے کیا جاتا ہے جو اوپر بیان ہوئی ہے۔ دوسری صورت کا تعلق شریعت سے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے قانون اتمام حجت سے ہے جو اِس دنیا میں ہمیشہ اُس کے براہِ راست حکم سے اور انھی ہستیوں کے ذریعے سے روبعمل ہوتا ہے جنھیں وہ رسالت کے منصب پر فائز کرتا ہے۔ (میزان، قانون جہاد، ص:۵۷۷، طبع مئی ۲۰۱۴ء)

عمار ناصر:

......مذکورہ بحث میں راقم الحروف نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ عہد نبوی و عہد صحابہ میں غیر مسلم حکومتوں کے خلاف قتال ایک مخصوص شرعی اساس یعنی اتمام حجت کے قانون پر مبنی تھا جو شریعت کا عمومی قانون نہیں، بلکہ اس کا ظہور اللہ تعالیٰ کی جانب سے انسانی تاریخ کے بعض ایسے مراحل پر کیا جاتا ہے جب خدائی فیصلے کے تحت کسی قوم کو اس کے کفر و شرک اور اجتماعی بداعمالیوں کی سزا دینا مقصود ہو۔''

[الشریعہ، اشاعت خاص، جون ۲۰۱۴ء، ص:۱۸۲]

''دفاعی جنگ کی تو اجازت ہے، لیکن غلبۂ اسلام کے لیے اقدامی جہاد (یعنی غیر مسلم حکومتوں کے ساتھ مسلمانوں کا اصل تعلق جنگ کا ہے اور یہ کہ اگر مسلمانوں کے پاس طاقت موجود ہو اور کوئی عارضی مصلحت مانع نہ ہو تو اصل حکم یہی ہے کہ غیر مسلم ممالک کو فتح کر کے وہاں کے باشندوں کو محکوم بنا لیا جائے اور ان پر جزیہ عائد کر دیا جائے۔) کی گنجائش آج کے حالات میں نہیں ہے۔'' [ص:۱۸۳]

☆...... لیجیے! غور کیجیے اور بار بار کیجیے! غامدی کہہ رہا ہے کہ اقدامی جہاد کا تعلق شریعت سے نہیں بلکہ ''اتمام حجت'' سے ہے۔ اور ناصر بھائی اس کی تائید میں گویا ہیں کہ: ''یہ شریعت کا عمومی قانون نہیں۔ یہ اتمام حجت کے قانون پر مبنی ہے۔'' نیز غامدی اقدامی جہاد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے ساتھ خاص قرار دے کر آج کل اس کو درست نہیں مانتا۔ اسی بات کو ناصر بھائی اس طرح کہتے ہیں کہ: ''آج کے حالات میں اقدامی جہاد کی گنجائش نہیں۔'' کیا ان دونوں کی بات میں کوئی فرق ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیا اب بھی ناصر بھائی کی غامدیت کا انکار کیا جا سکتا ہے؟

(۶)......عورت کا حقِ طلاق:

جاوید احمد غامدی:

''ہمارا خیال یہ ہے کہ ریاست کی سطح پر یہ قانون بنا دینا چاہیے کہ مطالبۂ طلاق کے بعد اگر شوہر نوے دن

کے اندر طلاق نہیں دیتا تو نکاح آپ سے آپ فسخ ہوجائے گا اور اموال وملک سے متعلق اگر کوئی نزاع ہے تو فریقین عدالت سے رجوع کریں گے۔ دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ اِس وقت جو نکاح نامہ رائج ہے، اُس میں حق طلاق کی تفویض کا کالم ختم کرکے درجِ ذیل عبارت نکاح نامہ کی ابتدا میں درج کردی جائے:

''یہ نکاح اس شرط کے ساتھ منعقد ہوا ہے کہ بیوی اگر کبھی تحریری طور پر طلاق کا مطالبہ کرے گی تو شوہر نوے دن کے اندر اندر اسے طلاق دینے کا پابند ہوگا۔ وہ اگر ایسا نہیں کرے گا تو یہ مدت گزر جانے کے بعد اُس کی طرف سے بیوی پر آپ سے آپ طلاق واقع ہوجائے گی۔'' [مقامات،ص ۱۴۷،طبع اول نومبر ۲۰۰۸]

عمار ناصر:

......اس سلسلے میں مثال کے طور پر یہ شرط لگائی جاسکتی ہے کہ بیوی اگر کسی موقع پر یہ مطالبہ کرے کہ مجھے طلاق چاہیے اور بیوی کا باپ یا سرپرست یا خاندان کا کوئی دوسرا ذمہ دار آدمی اس مطالبے کی توثیق کردے کہ ہاں اس کا مطالبہ بجا ہے تو پھر خاوند پابند ہوگا۔'' (براہین،ص ۸۲،۸۳)

......معاصر تناظر میں اس الجھن کا حل یہ ہوسکتا ہے کہ نکاح کے وقت طلاق کے حق کو مناسب شرائط کے ساتھ کسی ثالث یا خود عورت کو تفویض کردینے کو قانونی طور پر لازم کردیا جائے یا یہ قرار دیا جائے کہ اگر عورت خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرے تو ایک مخصوص مدت کے اندر شوہر بیوی کو مطمئن کرنے یا اسے طلاق دینے کا پابند ہوگا، ورنہ طلاق از خود واقع ہوجائے گی۔'' (براہین،ص ۴۹،۵۰)[اشاعت خاص:۱۸۶]

☆...... غامدی اور ناصر بھائی کی مشترکہ رائے ہے کہ ایک قانون بنادیا جائے کہ عورت اگر طلاق کا مطالبہ کرے تو ایک مخصوص مدت کے اندر مرد اسے طلاق دینے کا پابند ہوگا۔ اگر نہیں دے گا تو خود بخود طلاق واقع ہوجائے گی۔ دونوں کی عبارات دیکھ لیجیے! اور فیصلہ کیجیے کہ کوئی معمولی سا فرق بھی ہے دونوں کی بات میں؟

(۷)......رجم کی سزا:

جاوید احمد غامدی:

......امام حمید الدین فراہی کی اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ زانی کنوارہ ہو یا شادی شدہ، اس کی اصل سزا تو سورۂ نور میں قرآن کے صریح حکم کی بناء پر سو کوڑے ہی ہے، لیکن مجرم اگر زنا بالجبر کا ارتکاب کرے، یا بدکاری کو پیشہ بنالے یا کھلم کھلا اوباشی پر اتر آئے، یا اپنی آوارہ منشی، بدمعاشی اور جنسی بے راہ روی کی بناء پر شریفوں کی عزت کے لئے خطرہ بن جائے، یا مردہ عورتوں کی نعشیں قبروں سے نکال کر اُن سے بدکاری کا مرتکب ہو، یا اپنی دولت واقتدار کے نشے میں غرباء کی بہو بیٹیوں کو سرِ بازار برہنہ کرے، یا کم سن بچیاں بھی اس کی درندگی سے محفوظ نہ رہیں تو مائدہ کی اس آیت محاربہ کی رُو سے اسے رجم کی سزا بھی دی جاسکتی ہے۔

......''امام فراہی کی یہ تحقیق قرآن مجید کے نصوص پر مبنی ہے اور روایات میں بھی، جیسا کہ ہمارے تبصرے سے واضح ہے، اس کے شواہد موجود ہیں۔'' [برہان،ص: ۳۵ تا ۱۳۶،طبع ششم فروری ۲۰۰۹،]

عمار ناصر:

......قرآن میں زانی کے لیے صرف سو کوڑے کی سزا ذکر کی گئی ہے، جبکہ سنت سے اس پر رجم کی سزا کا اضافہ ثابت ہے۔ ان دونوں بظاہر متعارض حکموں کے مابین تطبیق و توفیق یا علمی وفقہی درجہ بندی کے لیے چودہ صدیوں میں مختلف علمی توجیہات پیش کی گئی ہیں جن میں سے زمانی لحاظ سے آخری توجیہ مولانا اصلاحیؒ اور بعض دیگر معاصر اہل علم نے پیش کی ہے۔ ان کی رائے کے مطابق رجم کی سزا، اصلاً زنا کی نہیں، بلکہ فساد فی الارض اور محاربہ کی سزا ہے اور اسے زنا کے عادی مجرموں یا اوباشوں پر نافذ کیا جانا چاہیے، چاہے وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ۔ [اشاعت خاص، ص:۱۸۱]

☆...... رجم کے بارے میں فراہی، اصلاحی، غامدی وعمار، پورے سلسلے کا کہنا یہ ہے کہ زانی محصن کی سزا محض جرم زنا کی نہیں بلکہ اصلا یہ محاربہ اور فساد فی الارض کی سزا ہے۔ جب کہ پوری امت کا اتفاق ہے کہ شادی شدہ زانی کی سزا رجم ہے جو محض اسی جرم کی سزا ہے۔ یہاں بھی ناصر بھائی پوری امت کے اجماع کو چھوڑ کر اپنے ''استاذ گرامی'' اور ان کے نامسعود سلسلہ کی رائے سے متفق ہیں۔ بتلایئے! کیا اَب بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ: ''عمار خان کا غامدی سے اختلاف محض اتفاقی اور ایک دو مسائل میں ہے۔''!؟

(۸)......عورت کی دیت:

جاوید احمد غامدی:

☆...... پوری امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ عورت کی دیت مرد سے نصف ہے، لیکن غامدی لکھتا ہے:

''دیت کا جو قانون قرآن میں بیان ہوا ہے، اُس کے متعلق یہ دو سوالات اِس زمانے میں بہت کچھ موضوعِ بحث رہے ہیں:

ایک یہ کہ دیت کی کوئی مقدار کیا شریعت میں مقرر کر دی گئی ہے اور اس کے مطابق کیا مرد کے مقابلے میں عورت کی دیت فی الواقع نصف ہے؟

......اس بحث سے یہ حقیقت پوری طرح مبرہن ہو جاتی ہے کہ اسلام نے دیت کی کسی خاص مقدار کا ہمیشہ کے لیے تعین کیا ہے، نہ عورت اور مرد، غلام اور آزاد اور کافر اور مومن کی دیتوں میں کسی فرق کی پابندی ہمارے لیے لازم ٹھیرائی ہے۔...... اِس کی مقدار، نوعیت اور دوسرے تمام امور میں قرآن کا یہی حکم ہے کہ 'معروف' یعنی معاشرے کے دستور اور رواج کی پیروی کی جائے۔''

[برہان، ص:۹ تا ۲۴، طبع ششم فروری ۲۰۰۹]

عمار ناصر:

دیت کی مقدار سے متعلق میں نے مختلف تحریروں میں جو بحث کی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی مستند روایت میں مرد و عورت کی دیت میں فرق بیان کرنا ثابت نہیں۔
۲۔ قرآن مجید نے دیت کے معاملے میں 'معروف' کی پیروی کا حکم دیا ہے جس سے مراد ہر معاشرے کا اپنا معروف ہے۔
۳۔ صحابہ کرامؓ نے اپنے دور کے عرف کے مطابق مرد و عورت کی دیت میں فرق کیا جو قرآن کی ہدایت کے مطابق درست تھا، تاہم اس عرف کی پیروی ہر دور اور ہر معاشرے میں ازروئے شریعت لازم نہیں۔ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے جس میں مختلف معاشرے مختلف قانون سازی کر سکتے ہیں۔[اشاعت خاص، ص:۱۸۳]

☆...... ناصر بھائی اوران کے استاذ غامدی کی تحریرات کو پڑھیں اور دیانت داری سے بتائیں کہ کیا ناصر بھائی کو ''غامدی'' کہنا ناحق ہے؟

(۹)......ارتداد کی سزا:

جاوید احمد غامدی:

......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم تو بے شک ثابت ہے، مگر ہمارے نزدیک یہ کوئی حکم عام نہ تھا، بلکہ صرف اُنھی لوگوں کے ساتھ خاص تھا جن پر آپ نے براہِ راست اتمام حجت کیا اور جن کے لیے قرآن مجید میں 'مشرکین' کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔[برہان، ص:۱۴۷ طبع ششم فروری ۲۰۰۹ء]

تلمیذِ غامدی محمد رفیع:

......ہمارے خیال میں مرتد کے لیے قتل کی سزا صرف رسول کے براہ راست مخاطبین تک ہی محدود تھی۔ آج اس کا اطلاق کرنا غلط ہوگا۔[اشراق، اگست ۲۰۰۸ء، ص:۵۹......محمد رفیع مفتی]

عمار ناصر:

۲۔ اس سزا کی شرعی اساس 'اتمام حجت' کا اصول ہے، یعنی حق واضح ہو جانے کے بعد اس کا انکار کرنا۔
۵۔ دورِ جدید میں بعض اہل علم نے اس مسئلے کو اس پہلو سے بھی دیکھا ہے کہ آج اگر مسلم ممالک میں اسلام سے کھلے ارتداد پر، جس کا تناسب بہت کم ہے، قانونی سزا نافذ کر دی جائے اور اس کے نتیجے میں غیر مسلم ممالک میں اسلام کی دعوت کے راستے میں قانونی رکاوٹیں کھڑی ہونے لگیں تو یہ شرعی مصالح کے خلاف ہوگا۔[ص:۱۸۲]

☆...... جاوید غامدی، اس کا ایک شاگرد رفیع مفتی اور دوسرے شاگرد ناصر بھائی تینوں کی تحریر پڑھیں، مشترکہ نتیجہ یہ ہے کہ ''ارتداد کی سزا کی شرعی اساس ''اتمام حجت'' ہے۔'' لہٰذا غامدی ورفیع کے نزدیک اب اس کا نفاذ درست نہیں۔ اوران کی عملی تائید میں ناصر بھائی کا موقف یہ ہے کہ: ''آج کل ارتداد کی سزا کا نفاذ شرعی مصالح کے خلاف ہے۔''

...... بھائی جان! اب آپ ہی فرمایئے کہ کہیں کلی کہیں جزوی، کہیں اصولی اور کہیں فروعی اور کہیں اعتقادی اور کہیں عملی ہم آہنگی کے بعد بھی ناصر بھائی کی ''غامدیت'' سے انکار کو کوئی منصف مزاج قبول کرسکتا ہے؟

(۱۰)......مسئلہ تکفیر:

جاوید احمد غامدی:

(۱)......''مسلمانوں کے کسی فرد کی تکفیر کا حق قرآن وسنت کی رو سے کسی داعی کو حاصل نہیں ہے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ دین سے جہالت کی بنا پر مسلمانوں میں سے کوئی شخص کفر وشرک کا مرتکب ہو......لیکن اُس کی تکفیر کے لیے چونکہ اتمامِ حجت ضروری ہے، اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ حق اب قیامت تک کسی فرد یا جماعت کو بھی حاصل نہیں رہا کہ وہ کسی شخص کو کافر قرار دے۔''

(اِسلام اور اِنتہا پسندی، ص:۱۲......بحوالہ ماہنامہ بینات)

(۲)......''کسی کو کافر قرار دینا ایک قانونی معاملہ ہے پیغمبر اپنے الہامی علم کی بنیاد پر کسی گروہ کی تکفیر کرتا ہے، یہ حیثیت اب کسی کو حاصل نہیں۔'' (ماہنامہ، اشراق، ص۵۴، ۵۵، دسمبر ۲۰۰۰ء، بحوالہ: غامدیت کیا ہے؟)

(۳)......اسلامی شریعت کے مطابق کسی شخص کو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا، حتی کہ کوئی اسلامی ریاست بھی کسی کی تکفیر کا حق نہیں رکھتی۔ وہ زیادہ سے زیادہ یہ کرسکتی ہے کہ اسلام سے واضح انحراف کی صورت میں کسی شخص یا گروہ کو غیر مسلم قرار دے دے، کافر قرار دینے کا حق اس کو بھی نہیں ہے۔

[ویب سائٹ، سوال وجواب، ہٹس ۱۹۹۶۔ تاریخ اشاعت ۲۵ ستمبر ۲۰۰۹]

عمار ناصر:

''......کسی کو بھی اُصولی طور پر کافر قرار نہیں دیا جاسکتا۔'' [مجلّہ صفدر، ش:۱۵]

☆...... یاد رہے کہ ناصر بھائی پہلے قادیانیوں کی تکفیر کے قائل نہیں تھے۔ لیکن بعد میں انہوں نے اپنی ایک تحریر میں قادیانیوں کی تکفیر کے فیصلے کو درست کہا ہے، مگر ''شرعی وعملی مصالح'' کے پیش نظر۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں:

''تاہم بعد میں غور سے واضح ہوا کہ (قادیانیوں کی تکفیر سے متعلق) جمہور علماء کا موقف شرعی وعملی مصالح کے ساتھ زیادہ ہم آہنگ ہے۔'' [الشریعہ، مئی ۲۰۱۲ء]

گویا ناصر بھائی یہ کہنا چاہتا ہے کہ: پہلے وہ قادیانیوں کی تکفیر کے قائل نہیں تھے۔ (یہ اُن کا اصولی موقف ہے، اور اِس پر اُن کے پاس ''دلائل'' ہیں۔) اَب کافی ''غور وخوض'' کے بعد اُن پر واضح ہوا کہ ''شرعی وعملی مصالح'' کے پیش نظر جمہور علماء کا موقف درست ہے۔ (اگرچہ ''دلائل'' اور ''اُصول'' کے لحاظ سے ناصر

بھائی کا موقف ہی درست ہے۔) لہٰذا وہ قادیانیوں کی ''عدم تکفیر'' والے موقف سے رجوع کر چکے ہیں۔

''شرعی مصالح'' اور'' دلائل واصول'' کی بات، جیسا کہ گزر چکا ہے، ناصر بھائی نے خود چھیڑی ہے۔ چنانچہ اُن کا کہنا ہے کہ''ارتداد کی سزا اگرچہ اصول ودلائل کے لحاظ سے ثابت ہے، لیکن آج کل اُس کا نفاذ ''شرعی مصالح'' کے خلاف ہوگا۔''

اِس سے ثابت ہوا کہ ناصر بھائی اپنے ''اصولی موقف'' (اصولی طور پر کسی کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔) پر قائم ہیں۔ اِس سے اُنہوں نے رجوع نہیں کیا۔ صرف شرعی و عملی مصالح کے پیش نظر قادیانیوں کی تکفیر کے بارے جمہور کے قول کو درست کہہ رہے ہیں۔ واللہ اعلم

(اگر اِس میں کوئی اشکال ہو تو براہِ راست ناصر بھائی سے پوچھ لیجیے کہ'' قادیانی اُصولی طور پر کافر ہیں یا نہیں؟'')

(۱۱)......حیات ونزول عیسیٰ:

جاوید احمد غامدی:

۱...... سیدنا مسیح علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ قرآن مجید سے میں سمجھ سکا ہوں وہ یہ ہے کہ ان کی روح قبض کی گئی اور اس کے فورا بعد ان کا جسد مبارک اٹھالیا گیا۔

[ماہنامہ ''اشراق'' اپریل ۱۹۹۵ء صفحہ ۴۵......بحوالہ تحفہ غامدی، از: مفتی عبدالواحد مدظلہم، ص:۵۸]

۲...... حضرت مسیح کو یہود نے صلیب چڑھانے کا فیصلہ کر لیا تو فرشتوں نے ان کی روح ہی قبض نہیں کی ان کا جسم بھی اٹھا کر لے گئے۔''

[اشراق جولائی ۱۹۹۴ء صفحہ ۳۲......بحوالہ ''تحفہ غامدی'' از: مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم ص:۵۸]

۳............ اِن کے علاوہ ظہورِ مہدی اور مسیح علیہ السلام کے آسمان سے نزول کو بھی علامات قیامت میں شمار کیا جاتا ہے۔ ہم نے اِن کا ذکر نہیں کیا۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ......نزولِ مسیح کی روایتوں کو اگرچہ محدثین نے بالعموم قبول کیا ہے، لیکن قرآن کی روشنی میں دیکھیے تو وہ بھی محل نظر ہیں۔ [میزان:۱۷۸]

۴...... چنانچہ یہی بات صحیح ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ [اشراق، مئی ۲۰۰۸ء، ص:٦٦]

☆...... ناصر بھائی یہاں غالبا فتویٰ تکفیر کے ڈر سے غامدی کی طرح صراحتا ''حیات عیسیٰ'' کا انکار تو نہیں کر سکے، لیکن حسب عادت اِس میں تشکیک پیدا کرنے سے باز بھی نہیں آئے۔ اور اس تشکیک کا مقصد غامدی کو فتویٰ کفر سے بچانے کی ناکام کوشش کے سوا کچھ بھی نہیں۔ دیکھئے کیا لکھا ہے:

عمار ناصر:

اس پیش گوئی سے متعلق علمی طور پر بعض اشکالات یقیناً پیش آتے ہیں، مثلاً قرآن مجید کا اس اہم واقعے کی صراحت سے صرف نظر کرنا اور متعلقہ احادیث میں بیان ہونے والے بعض امور کا بظاہر تاریخی

واقعات کے مطابق نہ ہونا......

......یہ نکتہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ اپنی بنیادی نوعیت کے لحاظ سے یہ 'عقیدے' کا مسئلہ نہیں، یعنی کوئی ایسی بات نہیں جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمانیات کے ایک جزو کے طور پر بیان کیا ہو......

[الشریعہ، اشاعت خاص:۱۸۵]

☆...... ''حیات ونزول عیسیٰ پر پوری امت کا اجماع ہے۔ دادا جانؒ، صوفی صاحبؒ سمیت علمائے امت کا فتویٰ ہے کہ ''اس کا منکر قطعی کافر اور تشکیک پیدا کرنے والا ضال مضل اور ملحد وبے دین ہے۔'' اب فرمایئے: کیا اب بھی کسی کو یہ کہنے کا حق ہے کہ ''عمار خان کا کوئی بھی اختلاف گمراہی کے دائرے میں نہیں آتا۔''!؟

لیجیے برادرِ مکرم!! مسئلہ تکفیر سے لے کر اقدامی جہاد تک، توہین رسالت کی سزا سے لے کر قادیانیوں سے تعلقات تک، مسجد اقصیٰ کی تولیت سے لے کر عورت کی دیت تک، رجم کی شرعی سزا سے لے کر ارتداد کی سزا تک، عورت کے حق طلاق سے لے کر اجماع امت تک تمام اصولی مسائل میں ناصر بھائی، جاوید غامدی جیسے ملحد وبے دین اور ضال ومضل شخص کے قدم بقدم پیروکار ہیں۔ حتی الامکان اس کی تائید، تصویب اور دفاع وترجمانی کرتے ہیں۔ جہاں ممکن نہ ہو وہاں اس مسئلہ میں تشکیک پیدا کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ افغان طالبان اور القاعدہ وغیرہ کے متعلق بھی ان کا یہی عمل ہے۔ ڈاڑھی کے مسئلہ پر غامدی کی حمایت اگرچہ نہیں کرتے لیکن اسے ''شعائر اسلام سے خارج'' کر کے اس کی اہمیت گھٹانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔

(۱۲)......صحابہ کرام کی گستاخی:

علاوہ ازیں ناصر بھائی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں گستاخی کے مرتکب بھی ایک سے زائد بار ہو چکے ہیں، ملاحظہ ہو خود لکھتے ہیں:

''اس معاشرے میں آپ کے تربیت یافتہ اور بلند کردار صحابہ کے علاوہ منافقین اور تربیت سے محروم کمزور مسلمانوں کی بھی ایک بڑی تعداد موجود تھی جو مختلف اخلاقی اور معاشرتی خرابیوں میں مبتلا تھی اور ان کی اصلاح وتطہیر کا عمل، جتنا بھی ممکن تھا، ایک تدریج ہی کے ساتھ ممکن تھا۔ اس طرح کے گروہوں میں نہ صرف پیشہ ورانہ بدکاری اور یاری آشنائی کے تعلقات کی مثالیں پائی جاتی تھیں بلکہ اپنی مملوکہ لونڈیوں کو زنا پر مجبور کر کے ان کے ذریعے سے کسب معاش کا سلسلہ بھی جاری وساری تھا۔'' [ص:۱۸۸]

پیارے بھائی جان! غور فرمایئے! ناصر بھائی اپنے خبث باطن کا اظہار کیسے کر رہے ہیں، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے والے افراد کو ناصر بھائی نے تین گروہوں میں تقسیم کیا:

۱۔ بلند کردار صحابہ ۲۔ منافقین ۳۔ تربیت سے محروم کمزور مسلمان

پہلی قسم کو چھوڑ کر باقی دونوں پر انہوں نے

ا۔ ''پیشہ وارانہ بدکاری''، ۲۔ ''یاری آشنائی''......اور ۳۔ ''لونڈیوں کو زنا پر مجبور کر کے کسب معاش'' کے بے ہودہ اور گھٹیا الزامات لگائے ہیں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ منافقین کو چھوڑ دیجیے! تیسرے گروہ والے لوگ کون تھے؟ کیا وہ صحابہ نہیں تھے؟ اگر تھے اور یقیناً تھے تو ناصر بھائی کی زبان اُن پر دراز ہوچکی ہے جن کے نام پر آپ کے اور ہمارے بڑے مر مٹے۔ کیا اب بھی ہم ناصر بھائی کے بارے میں ''مصلحت'' کی چادر اوڑھے رہیں گے؟؟۔۔!!

بھائی جان! کس درد ِدِل سے عرض کروں؟ جن بزرگوں کی مسند پر آپ بیٹھے ہیں اُن کی دینی وایمانی غیرت وحمیت تو ایسے شخص کے ساتھ تعلقات رکھنے والوں کو بھی برداشت نہیں کرتی تھی۔ کیا ہم اپنے اندر اتنی غیرت بھی نہیں پیدا کر سکتے کہ ایسے شخص سے علی الاعلان لاتعلقی کر دیں؟

بھائی جان! اگر ہم اپنے بڑوں کی حمیت کا ایک ذرہ بھی اپنے اندر پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو ہمارے لیے اِس بدباطن شخص سے لاتعلقی، بائیکاٹ اور اِس کے علمی وعملی تعاقب میں کوئی چیز رکاٹ نہیں بن سکے گی۔ ان شاء اللہ العزیز ☆......☆......☆......☆

بقیہ: مولانا حافظ صلاح الدین صاحب کی خدمت میں!

آخر منکرین حدیث جذبہ قرآنی اور روافض جذبہ حب اہل بیت کے عنوان سے ہی تو احادیث و اصحاب رسول سے بغض رکھتے ہیں۔ پھر مولانا صاحب یہ اعتراف بھی فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے جسم اطہر کے ساتھ روح اطہر کو ایک خاص تعلق ہے، یہ بالکل صحیح ہے۔ جب یہ صحیح ہے تو پھر شاہ صاحب اور آپ کی بانسری کے ساز تو نہ ملے۔ معلوم ہوا کہ آپ حضرت شاہ صاحب کی فکر سے کما حقہ واقف نہیں ہیں۔ بلکہ سچ سنیں تو آپ اپنے آپ سے ہی ناواقف ہیں کیونکہ آپ کا ارشاد ہے کہ:

''اس سے یہ کیسے لازم آگیا کہ برزخی زندگی بالکل دنیوی زندگی کی طرح ہے؟''

محترم! یہ اس لیے لازم آگیا کہ وہ جنت کی زندگی ہے اور جنت کی زندگی دنیاوی زندگی سے اقویٰ تر ہے۔ ہاں! اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ معمولات دنیا، احکام شرعیہ کے تکلفات وغیرہ وغیرہ کے اعتبار سے وہ دنیاوی زندگی کی طرح نہیں ہے تو اس کا آخر قائل کون ہے کہ آپ کو تردید کرنے کی ضرورت پڑ گئی؟ خلطِ مبحث علمائے کرام کو زیب نہیں دیتا، یہ تو روافض کا مزاج ہوتا ہے۔ اِس لیے آپ علمائے اہل سنت اور علمائے دیوبند کی عبارات پر مسلکی تعصب سے ہٹ کر غور فرمائیں تو ان شاء اللہ پلک جھپکنے میں مسئلہ مذکور سمجھ میں آجائے گا۔ (جاری ہے۔۔۔۔)

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی مدظلہم [مہتمم: دارالعلوم دیوبند]

مقصدِ قیام مدارس، نت نئے فتنے......اور علماء کی ذمہ داری

مذہب اہل سنت، مسلک احناف اور مشرب دیوبند کے عالمگیر علمی، روحانی اور فکری مرکز دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ہندوستان کے ''رابطۂ مدارس'' کی مجلس عمومی کے اجلاس (منعقدہ دارالعلوم دیوبند) میں نہایت قیمتی، پرمغز، بصیرت افروز گفتگو فرمائی جو دارالعلوم دیوبند کے ترجمان ماہنامہ دارالعلوم (جلد۹۹، شمارہ ۷۔۸، رمضان رشوال ۱۴۳۶۔ جولائی ر اگست ۲۰۱۵ء) میں شائع ہوئی۔ منتخب حصے قارئین کے استفادہ کے لیے شائع کیے جارہے ہیں۔ اِس گفتگو سے اندازہ کیا جاسکتا ہے عقائد وافکار کے حوالے سے علماء دیوبند کا مجموعی مزاج کس قدر حساس ہے۔ اور تفردات کی آڑ لے کر ''آزاد فورم'' کے نام سے گمراہی کا دروازہ کھولنے والوں کا دعوائے ذوقِ دیوبندیت' مہتمم دیوبند کی اِس گفتگو سے کس طرح پاش پاش ہورہا ہے۔ [ادارہ]

موجودہ حالات اور ہماری ذمہ داری:

علمائے عالی مقام! رابطۂ مدارس اسلامیہ عربیہ دارالعلوم دیوبند کی مجلس عمومی کا یہ اجلاس دستور میں طے شدہ نظام کے مطابق منعقد ہورہا ہے، لیکن یہ محض ضابطہ کی رسمی تکمیل نہیں ہے، بلکہ یہ وقت کا تقاضا اور مدارس کی ضرورت بھی ہے، اس لیے کہ تیزی سے بدلتے ہوئے حالات سے عہدہ برآ ہونے اور مدارس کی کشتی کو طوفان سے محفوظ رکھنے کے لیے ہم سب باہمی مشوروں کے محتاج ہیں، کوئی سمجھ دار آدمی موجودہ حالات کی سنگینی سے ناواقف نہیں ہوسکتا، جب کہ پوری دنیا ہی میں دین اسلام کے علمبرداروں اور نام لیواؤں پر عرصہ حیات تنگ کرنے کی مہم جاری ہے اور اسلام کی مکمل تعلیمات کو اصلی شکل میں پیش کرنے والے یہ مدارس اسلامیہ اس مہم کا سب سے پہلا نشانہ ہیں۔ لیکن جس طرح یہ حالات پہلی بار پیش نہیں آرہے، اسی طرح ان سے مقابلہ کی حکمت عملی بھی ہمیں اسی قدیم اصول کی راہ نمائی میں تیار کرنا ہوگی جس کی صحت وصداقت کا بار بار تجربہ ہوچکا ہے کہ لن يصلح آخر هذه الأمة إلا بما صلح به أولها.

یہ مدارس اسلامیہ کا مقصدِ قیام نہیں:

پاسبانانِ مدارس! اس مقصد کے لیے ہمیں سب سے پہلے مدارس اسلامیہ کے مقاصدِ قیام کو ایک

بار پھر مستحضر کر لینا ضروری ہے، خاص طور پر اس لیے کہ آج بھی ایک طبقہ اس سلسلے میں دانستہ یا نادانستہ غلط فہمی کا شکار ہے، جو یہ سمجھتا ہے کہ مدارس اسلامیہ کو دینی علوم کے ساتھ باضابطہ عصری علوم کی تعلیم کا نظم کرنا چاہیے تاکہ طلبۂ مدارس پر فراغت کے بعد سرکاری ملازمتوں یا مختلف تجارتی وصنعتی اداروں کے دروازے کھل سکیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بات مدارس کے مقصدِ قیام سے ناواقف ہونے یا اس کو نظر انداز کرنے پر مبنی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مدارس عربیہ کا بنیادی مقصد شریعت کے علمی، فکری اور دینی ورثہ کو اس کی اصلی شکل میں محفوظ رکھنا اور اس کے لیے ایسے افراد تیار کرنا ہے جو علمی رسوخ اور عملی پختگی کے ساتھ ساتھ ملت کی راہ نمائی کے لیے مطلوبہ اوصاف سے متصف ہوں، جن کی دین وشریعت سے وابستگی اور اللہ ورسول سے وفاداری ہر شک وشبہ سے بالاتر ہو، جن کو دنیا کا بڑے سے بڑا مفاد دین کے چھوٹے سے چھوٹے اصول سے انحراف پر آمادہ نہ کر سکے، اور جو ستائش کی تمنا اور صلے کی پروا سے بے نیاز ہو کر اپنا سب کچھ دین کے لیے قربان کرنے کے جذبے سے سرشار ہوں۔[ص:۶۸_۶۹]

اصلاحِ معاشرہ:

رہنمایانِ ملت! مذکورہ بالا گذارشات تو طلبہ کی تعلیم وتربیت سے متعلق تھیں، لیکن آپ حضرات بخوبی واقف ہیں کہ موجودہ دور میں مدارس کا کردار صرف طلبہ کی تعلیم وتربیت تک محدود نہیں ہے، بلکہ مسلمانوں کے معاشرے کی اصلاح کے لیے جدوجہد کرنا بھی مدارس کے فرائض میں شامل ہے۔

اس کے لیے ضروری ہے کہ علمائے مدارس اپنے علاقہ کی دینی صورت حال کے بارے میں ہر وقت فکر مند اور باخبر رہیں۔ غلط رسوم ورواج اور بدعات کے خاتمے کے لیے مسلسل محنت جاری رکھیں، مسلمانوں کو دینی تعلیم کی ترغیب دلاتے رہیں۔ ان کی شادی بیاہ اور اجتماعی تقریبات کو شرعی دائرہ میں لانے کی عملی کوشش کریں اور ایسی تقریبات میں شرکت سے اظہارِ بیزاری اور اجتناب کریں جن میں غیر شرعی رسم ورواج انجام دیے جائیں یا منکرات مثلاً ویڈیو گرافی یا بے پردگی کا ارتکاب کیا جائے۔

اصلاحِ عقائد اور فتنوں کا سدباب:

معاشرے کی اصلاح کا ایک اہم حصہ مسلمانوں کے عقائد کی اصلاح ہے۔ اس پر خاص توجہ کی ضرورت ہے، بالخصوص اس بات پر توجہ ضروری ہے کہ باطل فرقوں کی جانب سے مسلمانوں کے ہر طبقے پر محنت جاری ہے، بہت ممکن ہے کہ پہلے صرف ناخواندہ اور سادہ لوح مسلمان اُن کا شکار ہوتے ہوں، لیکن موجودہ دور میں باطل افکار کی اتنی اور ایسی شکلیں سامنے آئی ہیں کہ تعلیم یافتہ ہوں یا ناخواندہ، ہر طبقے کے مسلمان ان کی زد میں آ رہے ہیں۔ اس لیے اہل حق علماء کی ذمہ داری پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اس

کے لیے اپنے علاقے پر گہری نظر رکھیں اور کوشش کریں کہ پنپنے سے پہلے ہی فتنے کا سدباب ہو جائے۔ اپنے اساتذہ کو مختلف فرقوں کے رد کے لیے علمی طور پر تیار رکھیں اور حسب ضرورت، حکمت کے ساتھ کام کریں۔

تصحیح نیت کا اہتمام والتزام:

ایک خاص چیز جس پر ہم سب کی توجہ از بس ضروری ہے، وہ نیت کی تصحیح کا اہتمام ہے۔ ہم چاہے طلبہ کی تعلیم وتربیت کا کام کریں یا مسلمانوں کے عقائد واعمال کی اصلاح کا، اُس میں ہماری نیت صرف خیر خواہی اور اخلاص پر مبنی ہونی چاہیے۔ اور ساتھ ہی ہر کام کا حکیمانہ طریقہ ہی اختیار کرنا چاہیے، تبھی ہماری کوششوں کے اچھے اثرات برآمد ہو سکتے ہیں۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے مدارس میں تزکیہ واصلاح کا ماحول پیدا کرنا بھی بے حد ضروری ہے، جو ہمارے اکابر رحمہم اللہ کا طرۂ امتیاز تھا اور جس نے ان کی تمام خدمات میں تاثیر ومقبولیت کا رنگ پیدا کر دیا تھا۔ [ص:۱۷]

نبوی پیشین گوئی اور پے در پے فتنوں کا ظہور:

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ: "ستکون فتن کقطع اللیل المظلم." عنقریب ایسے فتنے سامنے آئیں گے جو تاریک رات کی طرح تہہ بہ تہہ وجود پذیر ہوتے رہیں گے۔ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں ایک شخص صبح کو مسلمان ہوگا شام کو کافر، صبح کو کافر ہوگا اور شام کو مسلمان ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف صادق آرہی ہے اور روز کسی نہ کسی نئے فتنے کا ظہور ہو رہا ہے۔ چنانچہ ابھی ماضی قریب میں چند نئی جماعتیں وجود پذیر ہوئی ہیں، جن میں ایک فتنہ صدیق دیندار کا ہے، ایک مہار کلیشور آندھرا پردیش حیدر آباد کے علاقے میں محمد حنیف کے نام سے نیا فتنہ کچھ دن پہلے سامنے آیا ہے، یہ سارے کے سارے بالکل منحرف لوگ ہیں جن کے نظریات اسلام کے بالکل خلاف ہیں۔

باطل اَفکار کا ترجمان ایک فتنہ:

ابھی بالکل تازہ ایک صورت حال سامنے آئی ہے، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں دو سال پہلے ''برج کورس برائے فارغین مدارس'' کے نام سے ایک کورس شروع کیا گیا ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ مدارس اسلامیہ عربیہ سے فارغ ہونے والے علماء اس میں داخلہ لیں اور مختصر وقت میں تیاری کر کے آگے وہ بی اے ایم اے یا جس کورس کو وہ پڑھنا چاہیں اس میں ان کو داخلہ مل سکے۔ جو صاحب اس کورس کے ڈائریکٹر بنائے گئے ہیں ان کے بارے میں واقف کار لوگ بتاتے ہیں کہ ان کی کتابیں باطل افکار ونظریات کی ترجمان ہیں،

ان کی تقریباً دو درجن کتابیں ہیں، اور ان سے جو عقائد سامنے آتے ہیں اس میں:

تقدیر کا انکار، مسیح موعود کا انکار، مہدی کے ظہور اور دجال کے آنے کا انکار، حدیث کا انکار، علماء پر طنز، اجماع کا انکار، شفاعت رسول کا انکار، أنزل القرآن على سبعة أحرف کا انکار، قرآن میں نسخ کا انکار اور رجم کا انکار موجود ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ: ''مساجد و مدارس شرک کے اڈے ہیں۔ اور محدثین و فقہاء و علماء و مصلحین زوالِ امت کا سب سے بڑا اور اصلی سبب ہیں اور جتنا نقصان ان سے پہنچا ہے امت کے دین کو، کسی سے نہیں پہنچا۔'' اب ایک عالمی کانفرنس ہو رہی ہے، جس کا عنوان ہے: ''امت مسلمہ کا فکری بحران'' اور اس میں پوری دنیا کے لوگ شریک ہو رہے ہیں۔

زور پکڑنے سے قبل ہی فتنہ کچل دیا جائے:

بالکل ابتدا ہی میں اِس فتنہ کا سر کچل دیا جائے، قبل اِس کے کہ یہ تناور درخت بنے، اس کی جڑیں زمین میں پیوست ہوں اور امت کے لیے کوئی بڑی مصیبت بنے، اس کا خاتمہ ہونا چاہیے۔ اور ہمارے رابطہ کا ایک اہم عنوان ہے: ''فرق باطلہ اور ادیانِ باطلہ کا تعاقب'' تو اس میں نئی چیزیں سامنے آئیں ہیں۔ اِس کے سلسلے میں آپ حضرات کو بیدار رہنا چاہیے۔

فضلاء اپنا ذہن بدلیں:

اور اسی کے ساتھ یہ عرض کروں گا کہ ہمارے وہ فضلاء جو دارالعلوم دیوبند یا دیگر بڑے مدارس سے فارغ ہونے کے بعد معلوم نہیں کس شوق میں یونیورسٹی میں داخلہ لینے کے لیے پہنچتے ہیں اور اس برج کورس سے گذرتے ہوئے ان کو جانا پڑتا ہے۔

تو فضلاء اپنے ذہن کو بدلیں، دارالعلوم (یا کسی بھی مدرسہ میں) میں (دینی) تعلیم حاصل کر لینے کے بعد اور اس علم کی دولت سے مالا مال ہو جانے کے بعد وہ کون سا علم ہے جس کی پیاس ان کے دل کے اندر باقی ہے؟ جس کو حاصل کرنے کے لیے عصری تعلیم گاہوں کا رخ کر رہے ہیں؟ کیا ان کے پیش نظر ہے؟

سرپرست حضرات اپنے نونہالوں کو روکیں:

جو سرپرست حضرات ہیں وہ اپنے نونہالوں کو، نئے فضلاء کو اُدھر جانے سے روکیں اور خود فضلاء اپنے ذہن کو بچائیں۔ [ص: ۹۲، ۹۳]

☆......☆......☆......☆

مولانا جمیل الرحمٰن عباسی

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطابؓ کے والد کا نام خطاب بن نفیل تھا، آپؓ کی والدہ کا نام حنتمہ بنت ہاشم تھا، آپؓ کے والد عدوی تھے، اور والدہ مخزومی، آپؓ کا نسب کعب بن لوی پر آنحضرت ﷺ کے نسب کے ساتھ مل جاتا ہے، آپؓ کی کنیت آنحضرت ﷺ نے ابوحفص رکھی تھی (حفص بمعنی شیر ہے گویا شیروں کا ساجگر رکھنے والا) آپؓ کا لقب فاروق تھا (حق اور باطل کے مابین فرق کرنے والا) واقعہ فجار کے چار سال بعد آپؓ کی ولادت ہوئی (گویا آنحضرت ﷺ سے عمر میں دس سال چھوٹے تھے) زمانہ جاہلیت میں سفارت کا عہدہ آپؓ کے ہی پاس تھا، اعلان نبوت کے چھ سال بعد اسلام لائے، اس وقت چالیس مرد اسلام لا چکے تھے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے **استبشر أهل السماء بإسلامه** ''آپؓ کے اسلام لانے پر آسمان کے فرشتے بھی خوشی سے جھوم اٹھے''، آپؓ کی احادیث مرفوعہ کی تعداد ۵۳۷ ہے، آپؓ کی انگوٹھی پر **كفى بالموت واعظا** نقش تھا۔

غزوہ بدر اور بعد کے تمام معرکوں میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے، حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے بعد خلیفہ بنے، آپؓ پہلے خلیفہ ہیں جنھیں امیر المؤمنین کا لقب ملا، آپؓ کے زمانہ میں بہت سے ممالک فتح ہوئے۔ آپؓ کی رائے کی تائید میں قرآن مجید کی متعدد آیات نازل ہوئیں۔

آپؓ کی مدت خلافت دس سال چھ ماہ ہے۔ ۲۳ ھ میں ۶۳ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں مصلائے رسول پر ابولؤلؤ نصرانی (ایرانی) کے ہاتھوں زخمی ہوئے، اور یکم محرم الحرام کو خالق حقیقی سے جا ملے۔ حضرت صہیب رومیؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ [مرقاۃ: ۳۹/۱، الاصابۃ: ۱۳۰۷/۲، الاستیعاب: ۵۵۱]

فضائل ومناقب:

(۱)......حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لقد كان فيما قبلكم من الأمم محدَّثون فإن يك أحد في أمتي فانه عمر. [بخاری ومسلم]

''تم سے پہلے لوگوں میں محدَّث ہوا کرتے تھے اگر میری امت میں محدَّث کوئی شخص ہوا تو وہ بس عمرؓ ہوں گے۔''

یعنی اس امت میں صرف عمرؓ ان خصوصیات کے حامل ہیں جن سے ان کا محدَّث ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ محدَّث اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی بات ڈال دی جاتی ہو اور پھر

وہ شخص ایمانی فراست کے ذریعے وہ بات دوسروں تک پہنچاتا ہے۔حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کو اللہ تعالیٰ نے اس صفت سے نواز رکھا تھا۔

(۲)......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **والذی نفسی بیدہ ما لقیک الشیطان سالکا فجا قط إلا سلک فجا غیر فجک** [بخاری ومسلم] قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر شیطان تمھیں دیکھ لیتا ہے تو اس راستہ سے کترا کر دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے جس پر تم چلتے ہو۔

(۳)......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **رایت قصرا بفنائه جارية فقلت لمن هذا فقالوا لعمر بن الخطاب الحدیث** [بخاری ومسلم] میں نے (معراج کی رات) ایک عالی شان محل دیکھا جس کے ایک گوشہ میں ایک نوجوان عورت (حور) بیٹھی ہوئی تھی، میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ مجھ کو ان (فرشتوں) نے بتایا یہ عمر بن الخطابؓ کا ہے۔

(۴)......حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بتاتے ہوئے سنا: میں سو رہا تھا کہ (خواب میں) دودھ سے بھرا ہوا پیالہ لاکر مجھے دیا گیا، میں نے اس دودھ کو پیا پھر میں نے دیکھا کہ (زیادہ ہونے کے سبب اس دودھ کی) تری اور تازگی میرے ناخنوں سے پھوٹ رہی ہے اور پھر میں نے اپنا بچایا ہوا دودھ عمر بن الخطاب کو (پینے کے لیے) دیدیا، بعض صحابہؓ نے (یہ سن کر) عرض کیا یا رسول اللہ! اس دودھ کی تعبیر میں آپ کیا فرماتے ہیں، فرمایا: علم'' [بخاری ومسلم]

(۵)......حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا **ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبه** ''اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی زبان پر اور ان کے قلب میں حق وصداقت جاری فرما دیا ہے''۔ [ترمذی]

(۶)......حضرت ابن عباسؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: **اللھم اعز الاسلام بابی جھل بن ھشام او بعمر بن الخطاب** ''(کہ ایک رات آپ ﷺ نے دعا فرمائی) الٰہی! ابوجہل بن ہشام یا عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کو سربلند اور غالب کر دے (یعنی ان دونوں میں سے کسی ایک کو مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمادے تاکہ ان کے سبب دین اسلام کو طاقت نصیب ہو) چنانچہ اگلے ہی دن جب صبح ہوئی تو عمر بن الخطابؓ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان بن گئے اور پھر آنحضرت ﷺ نے مسجد میں اعلانیہ نماز پڑھی۔'' [احمد وترمذی]

(۷)......حضرت عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا **لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب** ''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتے۔'' [ترمذی]

☆......☆......☆......☆

حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

جناب جاوید غامدی.....مرزا قادیانی کا وکیل صفائی
مدعی سست گواہ چست

الحمد للّٰہ وسلامٌ علیٰ عبادہٖ الذین اصطفیٰ

ہماری نوجوان نسل جن کو ایک خاص منصوبے اور سازش کے تحت دینی اداروں اور دینی مراکز سے دور رکھا گیا، عام طور پر اپنے دین و مذہب اور مسلک و مشرب سے خالی الذہن اور لاعلم ہوتی ہے، مگر چونکہ فطرتاً مذہب پسند ہوتی ہے، اس لیے جو شخص بھی دین کے نام پر جو آواز لگاتا ہے یہ نوجوان نسل دیوانہ وار اس کے پیچھے دوڑ پڑتی ہے اور اپنے جذبۂ اخلاص کی بنا پر ایسی آواز لگانے والے ہر شخص کو مخلص اور اپنا نجات دہندہ تصور کرتی ہے، لیکن پتہ تب چلتا ہے جب وہ اپنی متاعِ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی، ایران کا بہاء اللہ، فرقہ مہدویہ کا بانی محمد جون پوری، کوٹری کا گوہر شاہی، لاہور کا یوسف کذاب، پنڈی کا زید زمان عرف زید حامد اور آج ملائیشیا میں بیٹھ کر مسلمانوں کے ایمان کو متزلزل کرنے والا جاوید احمد غامدی، یہ سب وہ کردار ہیں جنہوں نے اپنے اپنے وقت میں سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان کو لوٹا اور عقیدت کا ایسا نشہ ان کو پلایا کہ آج تک کئی لوگ ان کے گرویدہ اور اپنی متاعِ ایمان ان کے ہاتھوں گنوا چکے ہیں۔

آج سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ ہم چرب زبان اور طلاقت لسانی سے متصف ہر عیار اور مکار شخص کو دین و مذہب کا ترجمان اور اس کے پریشان افکار و خیالات کو دین و مذہب کی صحیح تعبیر اور تشریح سمجھ بیٹھتے ہیں۔

جناب جاوید احمد غامدی پاکپتن سے اٹھا، لاہور آیا، جماعت اسلامی میں شمولیت اختیار کی، وہاں کا نظم اور ڈسپلن راس نہ آیا تو امین احسن اصلاحی کو اپنا پیشوا بنایا اور اب قرآن، سنت، اجماع، نماز، زکوٰۃ، رجم، جہاد، رفع و نزول عیسیٰؑ، حضرت مہدی علیہ الرضوان، حتیٰ کہ تمام ضروریاتِ دین میں ان کی ایک الگ سوچ اور الگ فکر ہے۔

اور برملا کہا جاتا ہے کہ قرآن و سنت اور اہل السنّت والجماعت کے مسلمات کی سوا چودہ سو سال سے آج تک جو تعبیر و تشریح کی جا رہی تھی وہ صحیح نہیں، میں جو کچھ کہہ رہا ہوں یا جو میری تعبیر ہے وہ درست ہے، العیاذ باللہ۔

باقی باتوں کے علاوہ اب ایک نئی اپچ جوانہوں نے اختراع کی ہے وہ یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے کوئی نبوت کا اعلان نہیں کیا تھا، انہوں نے تو وہی بات کی ہے جو ابن عربیؒ اور دوسرے متصوفین نے کی ہے اور بین السطور گویا وہ یہ کہنا اور تأثر دینا چاہتے ہیں کہ چونکہ صوفیاء اور مرزا غلط تعبیر میں برابر کے شریک ہیں، اس لیے یا تو دونوں ہی کو کافر قرار دو یا دونوں ہی کافر نہیں ہیں۔ امت مسلمہ چونکہ صوفیاء کو کافر قرار نہیں دیتی، اس لیے مرزا غلام احمد قادیانی بھی کافر نہیں، **نعوذ باللہ من ذٰلک۔**

جناب جاوید احمد غامدی کے اصل الفاظ یہ ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

"خود مرزا غلام احمد قادیانی کی جو تحریریں ہیں، ان میں بصراحت نبوت کے دعوے کی کوئی دلیل نہیں۔ ختم نبوت کا بھی انہوں نے کہا کہ میں اس کا قائل ہوں، لیکن میرا مطلب یہ ہے، میری.....مراد یہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ تحریر جتنی واضح ہے ان کے مقابلے میں وہ اتنی واضح نہیں ہیں، ان کے بعد مرزا بشیر الدین محمود نے معاملہ زیادہ صریح کیا کہ نہیں باقاعدہ (نبی) ہیں، ورنہ معاملہ حل ہو جاتا، اتنا...ہی رہتا جتنا صوفیاء کا تھا۔"

راقم الحروف تفصیل میں جائے بغیر مرزا غلام احمد قادیانی کی اپنی چند تحریرات یہاں نقل کرتا ہے، جن سے قارئین بآسانی یہ فیصلہ فرما سکتے ہیں کہ ان عبارات میں مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت اور رسالت کا دعویٰ کیا ہے یا نہیں؟

۱:...."ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعویٰ اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں، جن کو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہ کر اپنے معلومات کی تکمیل کر سکے، وہ بعض حالات میں مخالفین کے کسی اعتراض پر ایسا جواب دیتے ہیں کہ جو سراسر واقعہ کے خلاف ہوتا ہے، اس لیے باوجود اہل حق ہونے کے ان کو ندامت اٹھانی پڑتی ہے، چنانچہ چند روز ہوئے ہیں کہ ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے، وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا، حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے، اس میں ایسے الفاظ، رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں، نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ۔ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہو سکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں، بلکہ اس وقت تو پہلے زمانے کی نسبت بھی بہت تصریح اور توضیح سے یہ الفاظ موجود ہیں۔" (ایک غلطی کا ازالہ، ص:۳، روحانی خزائن، ج:۱۸، ص:۲۰۶، از مرزا قادیانی)

جناب جاوید غامدی صاحب بتائیے! آپ تو فرماتے ہیں کہ انہوں نے کبھی دعویٰ نبوت نہیں کیا، لیکن موصوف لکھ رہے ہیں کہ: ایسا جواب صحیح نہیں، حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل

ہوتی ہے، اس میں ایسے الفاظ: رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں، نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ، پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہوسکتا ہے؟ ۔۲:......رسول اور مرسل قواعد کی اصطلاح میں صاحب شریعت نبی کو ہی کہا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ: مرزا غلام قادیانی نے علامہ ابن عربیؒ کی طرح نبوت کی تقسیم کی ہے: تشریعی نبوت اور عام نبوت اور عام نبوت کو انہوں نے جاری مانا ہے، جس کی بنا پر آپ صرف ان کے نہیں بلکہ پورے تصوف کے مخالف ہو گئے اور آپ نے کہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی صوفیوں کی طرح عام نبوت کے اپنے لیے جاری رہنے کا اعلان کیا ہے، حالانکہ درج بالا مرزا کی عبارت صراحتاً اعلان کر رہی ہے کہ مرزا کا دعویٰ صاحب شریعت نبی ہونے کا ہے۔

۲:....''میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے، جو میرے پر نازل ہوا.....اور یہ دعویٰ امت محمدیہ میں سے آج تک کسی اور نے ہرگز نہیں کیا کہ خدا تعالیٰ نے میرا یہ نام رکھا ہے اور خدا تعالیٰ کی وحی سے صرف میں اس نام کا مستحق ہوں۔''

(حقیقۃ الوحی، ص:۳۷۸، روحانی خزائن، ج:۲۲، ص:۵۰۳، از مرزا قادیانی)

۳:....''غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں گزر چکے ہیں، ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا، پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں، کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔'' (حقیقۃ الوحی، ص:۳۹۱، روحانی خزائن، ج:۲۲، ص:۴۰۶-۴۰۷، از مرزا قادیانی)

۴:....''میں خدا تعالیٰ کی تیئیس برس کی متواتر وحی کو کیونکر رد کر سکتا ہوں۔ میں اس کی اس پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ ان تمام خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں۔''

(حقیقۃ الوحی، ص:۱۵۰، روحانی خزائن، ج:۲۲، ص:۱۵۴، از مرزا قادیانی)

۵:....''اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے، جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔'' (انجام آتھم، ص:۶۲، روحانی خزائن، ج:۱۱، ص:۶۲، از مرزا قادیانی)

۶:....''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔'' (ملفوظات، ج:۵، ص:۴۴۷، طبع جدید، از مرزا قادیانی)

۷:....''خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول یعنی اس عاجز کو ہدایت اور دین حق اور تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا۔'' (اربعین نمبر:۳، ص:۳۶، مندرجہ روحانی خزائن، ج:۱۷، ص:۴۲۶، از مرزا قادیانی)

۸:....''سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔''

(دافع البلاء، ص:۱۱ مندرجہ روحانی خزائن، ج:۱۸، ص:۲۳۱، از مرزا قادیانی)

۹:.... ''جس طرح فرعون کے پاس رسول بھیجا گیا تھا وہی الفاظ ہم کو بھی الہام ہوئے ہیں کہ تو بھی ایک رسول ہے، جیسا کہ فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا گیا تھا۔''

(ملفوظات، ج:۵، ص:۱۷، طبع جدید، از مرزا قادیانی)

۱۰:.... ''تیسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی ہے، وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بہر حال جب تک کہ طاعون دنیا میں رہے گو ستر برس تک رہے، قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا، کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتوں کے لیے نشان ہے۔''

(دافع البلاء، ص:۱۴، روحانی خزائن، ج:۱۸، ص:۲۳۰، از مرزا قادیانی)

۱۱:.... ''اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لیے بڑے بڑے نشان ظاہر کیے ہیں جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔''

(حقیقۃ الوحی، ص:۳۸۷، روحانی خزائن، ج:۲۲، ص:۵۰۳، از مرزا قادیانی)

۱۲:.... ''إنا أرسلنا إليكم رسولًا شاهدًا عليكم كما أرسلنا إلٰى فرعون رسولا ''..... ''ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے، اسی رسول کی مانند جو فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا۔''

(حقیقۃ الوحی، ص:۱۰۲، روحانی خزائن، ج:۲۲، ص:۱۰۵، از مرزا قادیانی)

۱۳:.... ''یسٓ، إنک لمن المرسلین ''.... ''اے سردار! تو خدا کا مرسل ہے۔''

(حقیقۃ الوحی، ص:۱۰۷ مندرجہ روحانی خزائن، ج:۲۲، ص:۱۱۰، از مرزا قادیانی)

۱۴:.... ''مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ ''هو الذی أرسل رسوله بالهدٰی و دین الحق لیظهرهٗ علٰی الدینؕ كله

(اعجاز احمدی، ص:۷ مندرجہ روحانی خزائن، ج:۱۹، ص:۱۱۳ از مرزا قادیانی)

۱۵:.... ''پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے: ''محمد رسول الله والذين معهٗ أشداء على الكفار رحماء بينهم'' اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔''

(ایک غلطی کا ازالہ، ص:۴ مندرجہ روحانی خزائن، ج:۱۸، ص:۲۰۷، از مرزا قادیانی)

۱۶:.... ''میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں، یعنی بھیجا گیا بھی اور خدا سے غیب کی خبریں پانے والا بھی۔'' (ایک غلطی کا ازالہ، ص:۷ مندرجہ روحانی خزائن، ج:۱۸، ص:۲۱۱، از مرزا قادیانی)

ہم نے یہ چند حوالہ جات صرف اور صرف مرزا غلام احمد قادیانی کی اپنی تحریرات کے دیئے ہیں جن میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے نبی اور رسول ہونے کے دعاوی کیے ہیں، باقی جو کچھ ان کے بیٹوں مرزا بشیر الدین محمود اور مرزا بشیر احمد ایم اے نے اپنے باپ کے بارہ میں لکھا ہے، ہم نے وہ سب تحریرات

یہاں نقل نہیں کیں، اس لیے کہ جناب جاوید احمد غامدی صاحب کہتے ہیں کہ مرزا کی نبوت کے بارہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب ان کے بیٹوں کا کیا دھرا ہے۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی اپنی اولاد، ان کی تمام ذریت اور پوری قادیانیت اسے نبی، رسول، نجات دہندہ اور مسیح موعود تسلیم کرتی ہے، حتیٰ کہ انہوں نے لکھا ہے کہ:

''حضرت مسیح موعود نے تو فرمایا ہے کہ ان کا اسلام اور ہے اور ہمارا اور، ان کا خدا اور ہے اور ہمارا خدا اور ہے، ہمارا حج اور ہے اور ان کا حج اور، اسی طرح ان سے ہر بات میں اختلاف ہے۔''

(روزنامہ الفضل، قادیان، ۲۱/اگست، ۱۹۱۷ء، جلد نمبر: ۵، ص: ۸)

لیکن جناب جاوید احمد غامدی صاحب یہ بات ماننے کے لیے تیار نہیں، بلکہ وکیل صفائی کا کردار ادا کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: جیسے قادیانیوں سے الگ ہونے والا لاہوری گروپ مرزا کو ایک مجدد مانتا ہے، مرزا غلام احمد قادیانی نے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا، یہ بھی جناب موصوف کی قادیانیوں کی طرح ایک تلبیس ہے۔ حالانکہ خلافت نہ ملنے کی وجہ سے قادیانیوں سے علیحدہ ہونے والا چوہدری محمد علی مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی، رسول اور اپنا نجات دہندہ سمجھتا تھا، لیکن بعد میں اس جماعت نے ضد کی بنا پر قادیانیوں سے الگ عقیدہ گھڑ لیا۔ امت مسلمہ کے نزدیک قادیانی گروپ ہو یا لاہوری گروپ، دونوں مرتد، زندیق اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

جناب محمد متین خالد صاحب اپنی مایہ ناز تصنیف ''ثبوت حاضر ہیں'' میں جناب پروفیسر محمد الیاس برنی مرحوم کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''۱۹۰۸ء میں مرزا قادیانی جہنم واصل ہوا، اس کے بعد حکیم نورالدین خلیفہ بنا۔ ۱۹۱۴ء میں اس کے مرنے کے بعد قادیانی جماعت میں جھگڑا پیدا ہوگیا۔ مرزا قادیانی کا دیرینہ دوست مولوی محمد علی لاہوری چاہتا تھا کہ وہ قادیانی خلافت کا زیادہ حقدار ہے، لیکن مرزا قادیانی کے خاندان والے چاہتے تھے کہ ''خلافت'' خاندان سے باہر نہ جائے، چنانچہ مرزا قادیانی کا بیٹا مرزا محمود اس قادیانی گدھی پر سوار ہوگیا۔ اس کے بعد محمد علی لاہوری اپنے ساتھیوں سمیت قادیان چھوڑ کر لاہور آ گیا اور یہاں اپریل ۱۹۱۴ء میں ''احمدیہ انجمن اشاعت اسلام'' کے نام سے نئی تنظیم بنا کر کام شروع کر دیا۔ لاہوری جماعت کا عقیدہ ہے کہ ہم مرزا قادیانی کو دوسرے مجددوں کی طرح ایک مجدد مانتے ہیں۔ حالانکہ محمد علی لاہوری مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت و رسالت کو نہ صرف مانتا تھا، بلکہ پورے زور و شور کے ساتھ اس کی تبلیغ و تشہیر بھی کرتا تھا، اس نے پورے زور قلم کے ساتھ اپنے پرچہ میں تحریر کیا:

ا:....''جھوٹے مدعی نبوت کو نصرت نہیں دی جاتی، بلکہ اسے ہلاک کر کے نیست و نابود کر دیا جاتا ہے....

اس طرح مرزا صاحب کے ساتھ نہیں کیا۔ پس جس شخص کے ساتھ خدا تعالیٰ اپنی کتاب کے مقرر کردہ قوانین کی رو سے جھوٹوں والا سلوک نہیں کرتا، بلکہ صادقوں اور سچے رسولوں والا سلوک کرتا ہے، اس کی صداقت پر شبہ کرنا خدا تعالیٰ سے جنگ کرنا اور اس کے کلام کی خلاف ورزی کرنا ہے، اس سے بڑھ کر اور کوئی ثبوت کسی کی صداقت کا نہیں ہو سکتا اور اگر یہ ثبوت کافی نہیں تو پھر کسی نبی کی نبوت ثابت نہیں ہو سکے گی۔'' (ریویو آف ریلیجنز، ج:۷، ص:۲۹۴)

۲:.... ''معلوم ہوا کہ بعض احباب کو غلط فہمی میں ڈالا گیا ہے کہ اخبار ہٰذا کے ساتھ تعلق رکھنے والے اصحاب یا ان میں سے کوئی ایک سیدنا وہادینا حضور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود کے مدارج عالیہ کو اصلیت سے کم استخفاف کی نظر سے دیکھتا ہے۔ ہم تمام احمدی جن کا کسی نہ کسی صورت میں اخبار پیغام صلح سے تعلق ہے، خدا تعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہماری نسبت اس قسم کی غلط فہمی محض بہتان ہے۔ ہم حضرت مسیح موعود کو اس زمانہ کا نبی، رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں اور جو درجہ حضرت مسیح موعود نے اپنا بیان فرمایا ہے اس سے کم وبیش کرنا موجب سلب ایمان سمجھتے ہیں۔''

(اخبار پیغام صلح، ج:۱، ص:۴۲، ۱۶/اکتوبر ۱۹۱۳ء)

۳:.... ''ہم خدا کو شاہد کر کے اعلان کرتے ہیں کہ ہمارا ایمان یہ ہے کہ مسیح موعود یعنی (مرزا قادیانی) اللہ تعالیٰ کے سچے رسول تھے اور اس زمانہ کی ہدایت کے لیے دنیا میں نازل ہوئے۔ آج آپ کی متابعت میں ہی دنیا کی نجات ہے۔'' (اخبار پیغام صلح، ج:۱، ص:۳۵، ۷/ستمبر ۱۹۱۳ء)

بقول پروفیسر محمد الیاس برنیؒ: ''قادیانیوں کی ان دونوں جماعتوں میں درحقیقت کوئی فرق نہیں، بلکہ یہ اختلاف اور نزاع صرف اقتدار کا ہے، اگر مولوی محمد علی کو مرزا محمود کی جگہ خلافت مل جاتی تو وہ بھی وہی کہتا جو عام قادیانی کہتے ہیں..... ان دونوں فرقوں میں صرف اتنا فرق ہے کہ ایک کا رنگ گہرا عنابی اور دوسرے کا ہلکا گلابی ہے۔ ان دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کو کافر نہیں کہتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان میں اختلاف حقیقی نہیں، بلکہ بناوٹی ہے۔'' (قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، از پروفیسر محمد الیاس برنیؒ)

راقم الحروف جناب جاوید احمد غامدی سے سوال کرتا ہے کہ کیا کسی اہل تصوف نے ایسے دعوے کیے ہیں؟ جو آپ کے ممدوح مرزا غلام احمد قادیانی نے کیے ہیں؟ یا کسی صوفی اور ولی نے اپنے نہ ماننے والوں کو کافر اور جہنمی کہا ہے؟ کیا کسی ولی نے انبیاءؑ کی توہین کی ہے؟ کیا کسی ولی نے صحابہ کو گالیاں دی ہیں؟ کیا کسی ولی نے حضرت فاطمہؓ اور حضرت حسینؓ کی گستاخیاں کی ہیں؟ کیا کسی ولی نے اپنے نہ ماننے والوں کو جنگل کے سؤر اور ان کی عورتوں کو کتیا کہا ہے؟ مرزا کے وکیل صفائی پر ایک ایک سوال کا جواب دینا ضروری ہے۔

آپ سے کوئی یہ سوال بھی کر سکتا ہے کہ جو شخص انگریز کو خوش کرنے کے لیے جہاد کی منسوخی کے لیے اتنا لٹریچر لکھے کہ اس سے پچاس الماریاں بھر جائیں، اور سینکڑوں نہیں، بلکہ ہزاروں بار اپنے عقیدت

مندوں میں جہاد کی منسوخی کا حکم اور اعلان کرے، کیا کسی صوفی اور بزرگ نے کبھی یہ کام کیا ہے؟ یا کس صوفی اور ولی نے عیسائیوں کو خوش کرنے کے لیے جہاد کی منسوخی کا اعلان کیا تھا؟ جناب جاوید احمد غامدی صاحب بقول آپ کے صوفیاء کے دعاوی مرزے جیسے ہیں تو تاریخ سے بتلایا جائے کہ کس صوفی نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے نہ ماننے والوں کو کافر اور جہنمی کہا ہے؟

....

حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی ظلی، بروزی، تشریعی، غیر تشریعی نبی پیدا نہیں ہوگا، اس کو عقیدۂ ختم نبوت کہا جاتا ہے۔ یہ عقیدہ قرآن کریم کی سو آیات، حضور اکرم ﷺ کی دو سو دس سے زائد احادیث سے مؤکد اور اجماعِ امت سے ثابت ہے، جس کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا:

''إنـه سيكون في أمتي كذابون ثلاثون كلهم يزعم أنهٔ نبي، و أنا خاتم النبيين لانبي بعدي۔'' [ابوداود:۲/۲۲۸]

''عنقریب میری امت میں تیس جھوٹے (ظاہر) ہوں گے، ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے، حالانکہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

چنانچہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں اسود عنسی بد بخت نے نبوت کا اعلان کیا، آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق واصل جہنم ہوا۔ مسیلمہ کذاب نے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں دعویٰ نبوت کیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کی امارت میں اس کے خلاف جہاد کر کے اسے اور اس کے ماننے والوں کو واصل جہنم کیا۔

برصغیر میں انگریز تجارت کے بہانے گھسا، مسلم بادشاہوں کی عیاشیوں اور غفلتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انگریز عیار نے ان سے ملک چھین لیا، مخلص مسلم عوام نے اس کے خلاف علم جہاد بلند کیا، جس کی پاداش میں ہزاروں نہیں، بلکہ لاکھوں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، لیکن مسلم عوام کا جذبۂ جہاد سرد نہ ہوا تو انگریز نے ایک اور چال چلی کہ انہیں میں سے کوئی مصلح، مبلغ اسلام، مجدد، مہدی، مثیل مسیح، مسیح موعود، حتیٰ کہ نبی اور رسول کے درجہ پر اسے پہنچا کر اس سے جہاد کی منسوخی کا اعلان کرایا جائے۔ اس کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی سے بہتر ان کو کوئی آدمی نہ مل سکتا تھا، کیونکہ یہ خاندان انگریز کا پرانا وفادار تھا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مرزا غلام احمد کے باپ مرزا غلام مرتضیٰ نے پچاس گھوڑے انگریز کو عطیہ کیے تھے۔

(باقی صفحہ نمبر 36 پر)

صدرِ وفاق کی مذاکرات کی پیشکش......اور مولانا زاہدالراشدی

برادرانِ اہل السنۃ والجماعۃ!

آپ حضرات کو یاد ہی ہوگا کہ چند ماہ قبل ہم نے ''قضیہ راشدی صاحب مرحلہ وار'' کے نام سے ایک قسط وار مضمون کا آغاز کیا تھا، جو مختلف مشاغل کی بنا پر اُدھورا رہ گیا۔ اُسے آگے چلانے سے قبل ہم ایک تازہ صورتحال، نمبروار قارئین کے گوش گذار کرنا چاہتے ہیں۔

۱)......امسال (۱۴۳۶ھ) جامعہ نصرۃ العلوم کے سالانہ امتحانِ وفاق کے نتائج روک لیے گئے تھے۔[1]

۲)......۲۲/جون ۲۰۱۵ء کو مولانا زاہدالراشدی صاحب کی طرف سے مولانا قاری حنیف جالندھری کے نام ارسال کیے گئے خط میں یہ دریافت کیا گیا کہ: اس کا ذمہ دار کون ہے؟ اور اس کی وجوہات کیا ہیں؟

۳)......۲۶/جون اور ۹/جولائی کو گوجرانوالہ کے ایک صاحب نے حاجی عمر عثمان صاحب کے نام سے یکے بعد دیگرے دو خطوط اِس قضیے کی بابت صدرِ وفاق اور ناظم وفاق کے نام ارسال کیے۔

۴)......مولانا قاری حنیف جالندھری کی ہدایت کے مطابق ناظم دفتر وفاق مولانا عبدالمجید صاحب نے تمام خطوط حضرت صدرِ وفاق کی خدمت میں بھیج دیئے۔

۵)......صدرِ وفاق نے جواب میں تحریر فرمایا کہ:

> ''اس کا مقصد مولانا زاہدالراشدی کو عقائد علمائے دیوبند پر مجبور کرنا اور غامدی عقائد اور ان عقائد کی محبین سے دُور کرنا ہے۔ لہٰذا مولانا زاہدالراشدی صاحب شوال کے دوسرے ہفتے میں دفتر وفاق ملتان آجائیں، بندہ بھی کراچی سے حاضر ہوجائے گا۔ اور مذاکرات کے ذریعے کوئی حل نکالا جائے گا۔''

۶)......صدرِ وفاق نے ''غامدی کے شرعی حکم اور عمار خان کے نظریات'' پر مشتمل ایک تحریر مختلف علمائے کرام کو بھیجی، اور چند حضرات سے درخواست کی کہ وہ شوال کے دوسرے ہفتے میں دفتر وفاق تشریف لے آئیں، تاکہ جید علماء کی موجودگی میں راشدی صاحب سے بات چیت کی جاسکے۔

۷)...... جوابی خط میں مولانا زاہدالراشدی صاحب نے اپنی پالیسی اور افکار سے متعلق ''وفاق'' کے طرزِ عمل کے بعض اُدھورے پہلو ذکر کیے،......صدرِ وفاق کو بعض لوگوں کے ہاتھوں میں کھیلنے کا الزام دیا،......

---

[1] ہماری ناقص رائے میں طلبہ وطالبات کے نتائج روکنے کے بجائے اصحاب اہتمام کو تنبیہ کی کوئی صورت مفید و بہتر ہے۔

اپنے عقائد کی بابت چند کلمات کہے،......اپنے مضامین بھیج کر کہا: اِن کو دیکھ کر غامدی افکار کے بارے میں میرا موقف طے کرلیا جائے۔(حالانکہ پہلے خود الزام دے رہے تھے کہ ہمارا موقف ہماری تحریروں سے خود طے کرلیا جاتا ہے، ہم سے نہیں پوچھا جاتا۔ اب جب پوچھا گیا تو کہا: میری تحریروں سے طے کرلیا جائے۔سبحان اللہ!!)......عمار خان کا تذکرہ عمداً گول کر دیا۔(کہ مثبت تذکرہ کیا تو صدرِ وفاق ناراض ہوں گے۔اور فرزندِ دِل پسند کے منفی تذکرے پر دِل راضی نہیں!!)......دفتر وفاق حاضری کو دو شرطوں کے ساتھ مشروط کیا کہ:[۱] صرف صدرِ وفاق ہوں گے۔کوئی اور نہیں ہوگا۔[۲] نیز کسی قسم کا کوئی بحث مباحثہ نہیں ہوگا۔(خدا کی قدرت دیکھیے! ہر قسم کے مسائل میں ''بحث مباحثہ'' اور ''باہم گفتگو کے ذریعے افہام وتفہیم'' کی راہ دکھانے والے آج خود بحث مباحثہ سے کترا رہے ہیں۔)......آخر میں راشدی صاحب نے فرمایا کہ: اِن معاملات کا تعلق ماہنامہ الشریعہ اور الشریعہ اکیڈمی سے ہے۔جامعہ نصرۃ العلوم کا اِن سے کوئی تعلق نہیں۔

۸)......صدرِ وفاق نے راشدی صاحب کی طرف سے دفتر وفاق ملتان حاضری پر آمادگی کے بعد جامعہ نصرۃ العلوم کے نتائج جاری کروا دیئے۔

۹)......نتائج جاری ہونے کے بعد مولانا زاہد الراشدی صاحب نے مولانا قاری حنیف جالندھری صاحب کے نام ایک اور خط لکھا، جس میں صاف لکھا کہ:

''عمار خان کے دفاع کو ضروری سمجھتا ہوں، اور کرتا رہتا ہوں۔''

نیز دفتر وفاق میں حاضری کو ٹالتے ہوئے کہا کہ:

''مجھے کچھ سہولت درکار ہے۔میں شوال کے دوسرے ہفتے کے بجائے عید قربان کے قریب کراچی میں صدرِ وفاق کی خدمت میں سابقہ شرائط کے ساتھ حاضری دیدوں گا۔''

اس مختصر وضاحت کے بعد ہم صدرِ وفاق کی تحریر پیش خدمت کرتے ہیں۔لیکن اس سے قبل ایک اہم اور ضروری بات!

سب سے اہم اور توجہ طلب!

سب اہم اور توجہ طلب بات یہ ہے کہ راشدی صاحب نجانے کیوں براہِ راست گفتگو اور باہم افہام وتفہیم کی مجلس سے ہمیشہ راہِ فرار ہی اختیار کرتے ہیں۔سوال یہ ہے کہ ہر وقت، ہر کسی کو بحث مباحثہ اور باہم گفتگو کے ذریعے مسائل حل کرنے کی ترغیب دینے والے خود مذاکرات کی میز سے کیوں کتراتے ہیں؟......اور موقع محل دیکھ کیوں پینترے بدلتے رہتے ہیں؟......مثلا: جب ان حضرات کی طرف سے بھیجے گئے رسالے پر ماہنامہ ''وفاق المدارس'' میں تبصرہ کیا گیا تو احتجاجًا وفاق سے مستعفی ہوگئے کہ: ہماری طرف سے ''تبصرے کے لیے'' بھیجے گئے رسالے پر ہم سے مشاورت کیے بغیر 'تبصرہ' کردیا۔!!......جب وفاق کے

اجلاسِ عاملہ میں بلایا گیا کہ: ''حضرت! تشریف لا کر اپنا احتجاج ریکارڈ کروائیں، اپنا موقف بتائیں۔ آپ کی جائز شکایات کا ازالہ کیا جائے گا۔'' تو ایک تحریر لکھ کر بھیج دی کہ ''یہ تحریر عاملہ کے اجلاس میں پڑھ کر سنا دی جائے۔ یہ میرا اول و آخر موقف ہے۔ میں اِس پر نظر ثانی کے لیے بھی تیار نہیں ہوں۔ اگر یہ تحریر ماہنامہ ''وفاق المدارس'' میں شائع کر دی جائے تو میں آؤں گا ورنہ نہیں۔''

پھر صدرِ وفاق، مولانا عبدالرزاق اسکندر، مولانا رفیع عثمانی، مولانا تقی عثمانی وغیرہم اکابر علماء اور ناظم وفاق پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی کہ حضرت راشدی صاحب عاملہ کے اجلاس میں آنے کے لیے تیار نہیں تو کم از کم ان بزرگوں کے ساتھ تو مل بیٹھیں۔ تاکہ باہم گفتگو کے ذریعے کوئی حل نکالا جائے۔ مگر راشدی صاحب نے اِن اکابر علماء کے ساتھ مل بیٹھ کر اِس مسئلے کا کوئی حل نکالنے سے بھی صاف انکار کر دیا۔

پھر ایک مرتبہ راشدی صاحب نے (صدر وفاق یا ناظم وفاق یا اس کمیٹی کے صدر سے رابطہ کرنے کے بجائے) کمیٹی کے ایک رکن صاحب سے ''چلتے چلتے'' کہہ دیا کہ:

''اَب آپ بزرگ جیسے ارشاد فرمائیں میں حاضر ہوں۔''

لیکن جب بزرگوں نے ''ارشاد فرمادیا'' تو راشدی صاحب نے پھر شکوہ کیا کہ:

''مجھ سے میرا موقف پوچھا نہیں گیا۔ صرف میری تحریروں سے میرا موقف از خود طے کر لیا گیا۔ لہٰذا غیر جانبدار، جید علمائے کرام کی کمیٹی کے ذریعے یہ مسئلہ حل کرایا جائے۔''

اب جب جید علمائے کرام کے ذریعے یہ مسئلہ حل کرانے کا کہا گیا تو راشدی صاحب فرمانے لگے:

''غامدی صاحب کے بارے میں میرا موقف میری تحریروں سے از خود طے فرمالیں۔ باقی کسی مسئلے پر میں بحث مباحثہ اور گفتگو کے لیے تیار نہیں ہوں۔''

قارئین! چند سطور کا تکرار شائد آپ کو محسوس ہو۔ لیکن غور کیجیے! کہاں کہاں اور کس کس طرح پینترے بدلے جا رہے ہیں۔!!

[۱]......''وفاق'' میں تبصرے سے قبل مجھ سے مشاورت نہیں گئی۔ میرا موقف نہیں معلوم کیا گیا۔

......مجلس عاملہ کے اجلاس اور اکابر علماء کی کمیٹی میں اپنے موقف کے اظہار کی ضرورت نہیں سمجھتا۔

[۲]......آپ بزرگ جو فیصلہ فرمائیں میں حاضر ہوں۔

......بزرگوں کے فیصلے میں میرا موقف میری تحریروں سے از خود طے کر کے زیادتی کی گئی۔

......غامدی کے بارے میں میرا موقف میری تحریروں سے از خود طے کر لیا جائے۔

[۳]......جید علمائے کرام کے ذریعے مسئلہ حل کرایا جائے۔

......جید علمائے کے ذریعے مذاکرات سے مسئلہ حل کرنے (بحث مباحثہ) کے لیے تیار نہیں ہوں۔

قارئین مکرم! مذکورہ بالا تمام ملفوظات حضرت راشدی صاحب ہی کے ہیں۔ ذرا دیکھیے اور پھر دیکھیے۔اس طرح کی پالیسی کو بھی ''دفع الوقتی'' نہ کہا جائے تو کسے کہا جائے؟ اس مکرر گفتگو کے بعد ہم ایک سوال مولانا زاہدالراشدی صاحب اور اُن کے حامیوں پر اُدھار چھوڑ کر جارہے ہیں کہ:

''راشدی صاحب مذاکرات کی میز اور باہم گفتگو کے میدان سے آخر کیوں کتراتے ہیں!؟''

حضرت صدرِ وفاق کی تحریر:

(نوٹ: یہ تحریر صدر وفاق کی طرف سے اُن علمائے کرام کو ارسال کی گئی جن کو راشدی صاحب سے مذاکرات کے وقت ملتان دفتر تشریف آوری کی درخواست کی گئی تھی۔)

بسم الله الرحمن الرحیم. الحمدلله و کفی وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ. وبعد!

۱۔جاوید احمد غامدی بالاتفاق ضال، مضل، زندیق، دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

۲۔عمار خان ناصر غامدی کا شاگرد، ترجمان اور باطل نظریات کا حامی وناشر ہے۔

۳۔ابوعمار زاہدالراشدی اپنے گمراہ بیٹے کا دفاع کرتا ہے، الشریعہ ماہنامے کا عمار خان ناصر مدیر ہے اور ابوعمار زاہدالراشدی اس ماہنامے کا سرپرست ہے۔

یہ تینوں باتیں سب کو معلوم اور معروف ومشہور ہیں۔

۱......عمار خان ناصر گستاخ رسول کے دفاع میں کہتے ہیں: [الشریعہ خاص نمبر۲۰۱۴ء]

توہین رسالت سے متعلق حالیہ قانون چند بنیادی اور اہم پہلوؤں سے نظر ثانی کا محتاج ہے۔الخ

۲......غامدی منکر حدیث ہیں اور عمار خان ان کے ہم نوا ہیں۔

غامدی صاحب فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل اور تقریر وتصویب کی روایتیں جو اخبار آحاد کے طریقے پر نقل ہوئی ہیں اور جنھیں اصطلاح میں حدیث کہا جاتا ہے، ان کے بارے میں یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ ان سے دین میں کسی عقیدہ وعمل کا کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔[میزان:۶۱]

غامدی نے یہ کہہ کر کہ ان سے دین میں کسی عقیدہ وعمل کا کوئی اضافہ نہیں ہوتا، حصر کر کے راستہ ہی بند کر دیا۔

نمبر۳:......عمار خان ناصر کی انکارِ حجیت حدیث میں غامدی کی تائید:

''صحیح رویہ یہ ہے کہ نقد روایت کے باب میں نئے تنقیدی زاویوں کے امکان کی نفی نہ کی جائے، بلکہ دلائل وشواہد پر مبنی کوئی بھی تنقید سامنے آنے پر متعلقہ روایات کا ازسرنو روایتاً ودرایتاً جائزہ لیا جائے اور رد وقبول کے مستند ترین معیارات کے مطابق ان کی صحت وسقم کا فیصلہ کیا جائے۔محض حسن ظن کی بنا پر صحیحین کی روایت کی نقد وجرح کے دروازے بند کر دینا، یا کسی روایت میں سامنے آنے والی کمزوری سے اس مفروضے

کی بنیاد پر صرف نظر کر لینا کہ اس کو قبول کرنے کے حق میں شیخین کے پاس یقیناً کوئی نہ کوئی دلیل ہوگی، محض تحکم کا درجہ رکھتا ہے۔'' [براہین:۲۲۹]

آپ نے دیکھا! عمار خان ناصر نے صحیحین (بخاری ومسلم) کی روایات پر ہاتھ صاف کر دیا اور ثابت کیا کہ جس طرح غامدی منکر حدیث ہے یہ بھی منکر حدیث ہے۔ فیا للأسف۔

نمبر۴:......اجماع کا انکار:

قرآن وسنت کے بعد اجماع مضبوط اور اصل دلیل ہے۔ مولانا سرفراز صفدر فرماتے ہیں: اجماع بھی قطعی ادلہ میں سے ہے، اس کا منکر کافر ہے۔ [ارشاد الشیعہ:۲۰۹] غامدی اجماع کے منکر ہیں تو ان کے شاگرد عمار خان ناصر شاگردی کا حق ادا کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں:

''یہ حقیقت اپنی جگہ بالکل واضح ہے کہ علمی وفقہی تعبیرات کے دائرے میں حقیقی معنوں کسی اجماع کے امکان یا انعقاد کا تصور محض ایک علمی افسانہ ہے، جس کا حقیقت کے ساتھ دُور کا بھی کوئی تعلق نہیں۔'' [براہین:۱۲۵]

نمبر۵:......

زنا کی سزائے رجم سے انکار منکرین حدیث کا متفقہ فیصلہ ہے تو غامدی اور شاگرد عمار خان ناصر اس سے کیسے اختلاف کر سکتے ہیں؟ ان کا اصرار ہے کہ کنوارے اور شادی شدہ زانیوں کی سزا بھی قرآن مجید کی رو سے صرف ضرب تازیانہ ہی ہے۔ عمار خان ناصر [حدود وتعزیرات:۱۶۱] پر لکھتے ہیں:

''جلاوطنی یا رجم دراصل اوباش اور آوارہ منش کی سزا ہے جو فساد فی الارض کے تحت آتی ہے، باقی زنا کی سزا شادی شدہ یا کنوارے کے لیے صرف تازیانہ ہی ہے، رجم کسی صورت میں زنا کی سزا نہیں ہے۔''

نمبر۶:......مسجد اقصیٰ:

غامدی صاحب کا کہنا ہے کہ مسجد اقصیٰ کے احاطے میں موجود گنبد صخرہ پر اپنی عبادت گاہ تعمیر کرنا یہود کا حق ہے، مسلمان یہ حق غصب کر کے ظالم ہیں۔ اور مولانا سرفراز صفدر صاحبؒ ذخیرۃ الجنان [۹/۳۰۷] میں مسلمانوں کے مسجد اقصیٰ پر یہود سے قبضہ نہ چھڑانے پر غضبناک ہیں اور ان کو بے غیرت کہہ رہے ہیں۔ ادھر عمار خان نے اپنی کتاب ''براہین'' میں غامدی نقطۂ نظر کی تائید کی ہے اور ماہنامہ الشریعہ میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ ایک طرف جمہور مسلمان ہیں جو مسجد اقصیٰ پر صرف مسلمانوں کا حق کہتے ہیں، دوسری طرف یہود کے اہل کار ہیں جو یہود کا حق بتا رہے ہیں۔

نمبر۷:......

مولانا سرفراز خان صفدر اور ان کے حفید عمار خان ناصر کے نظریات کے تقابل کی دلفگار مثال

ملاحظہ فرمائیں:

حضرت امام اہل سنتؒ کا موقف	عمار خان ناصر کا نظریہ
(۱) حیات مسیحؑ قرآن کی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔	(۱) قرآن اس عقیدے کی صراحت سے صرفِ نظر کرتا ہے۔
(۲) اس عقیدے میں کوئی اشکالات پیش نہیں آتے۔	(۲) بعض اشکالات یقیناً پیش آتے ہیں۔
(۳) اس عقیدہ کے کوئی راوی سوء فہم کا شکار نہیں ہوئے۔	(۳) راوی سوء حفظ کا شکار ہوئے۔
(۴) یہ عقیدہ ایمانیات میں داخل ہے۔	(۴) یہ عقیدہ ایمانیات میں داخل نہیں۔
(۵) اللہ کی صفات تقدیر رسالت ختم نبوت حیات عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ تمام عقائد اسلامیات میں داخل ہے۔	(۵) تقدیر اللہ کی صفات ختم نبوت وغیرہ کی طرح یہ مسئلہ عقائد اسلامیہ میں داخل نہیں ہے۔
(۶) حیات مسیحؑ عقیدے کا مسئلہ ہے۔	(۶) یہ مسئلہ عقیدے کا نہیں ہے۔
(۷) اس عقیدے کا منکر کافر وملحد ہے۔	(۷) اس کا منکر کافر نہیں ہے۔
(۸) اس عقیدے میں کوئی اشتباہ لاحق نہیں ہوتا۔	(۸) اشتباہ لاحق ہو جانا ممکن ہے۔
(۹) صحابہ کرام سے لے کر آج تک تمام مسلمان اس کو قطعی الثبوت اور متواتر جانتے ہیں۔	(۹) بعض صحابہ کے آثار سے واضح ہوتا ہے کہ وہ اسے قطعی الثبوت اور متواتر نہیں جانتے تھے۔
(۱۰) اس عقیدے سے اختلاف کرے والا قادیانی (کافر) ہے۔	یہ ایک علمی نوعیت کا اختلاف ہوگا جس پر دلائل کی روشنی میں شائستگی ہی سے تنقید کرنی چاہیے اور اس مسئلے کو ایمانیات کی بجائے احادیث کے حوالے سے بحث اور تحقیق کے درجہ میں ہی رکھنا چاہیے۔

اس موضوع سے متعلق باتیں تو بہت ہیں۔ ہم نے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ضروری امور کو ذکر کیا ہے۔ غامدی فکر کا اصل الاصول یہ ہے کہ اصول حدیث وتفسیر سے لے کر فقہ وکلام تک ردی کی ٹوکری کا مال یا زیادہ سے زیادہ کباڑ کا درجہ رکھتا ہے۔

یہ مختصر روئیداد مرتب پیش خدمت ہے۔ اس کو ملاحظہ فرماویں اور بتائیں کہ اس کی موجودگی میں مولانا ابوعمار زاہد الراشدی کا یہ اصرار کہ ان کا اور ان کے ادارے کا وفاق المدارس کے ساتھ الحاق کے حق کو تسلیم کیا جائے، جب کہ انھوں نے نصرت العلوم کے شیخ الحدیث ہونے کی وجہ سے اس کا حق باقی نہیں چھوڑا۔

پھر یہ بھی حقیقت اپنی جگہ ثابت ہے کہ نصرت العلوم گوجرانوالہ کا ماہنامہ اور اس کے مہتمم بھی اس قصۂ نامرضیہ میں مولانا راشدی کے ہم نوا ہیں۔

ہم یہ سرگذشت پیش کرکے آپ سے تعاون کے خواست گار ہیں۔مسئلہ دارالعلوم دیو بند کے مسلک ومشرب کے اور وفاق المدارس کے مسلک ومشرب کے تحفظ کا ہے۔اس میں ذاتیات کا شائبہ ہرگز نہیں۔

شوال کے دوسرے ہفتے میں زاہدالراشدی صاحب سے مشاورت کے لیے عرض کیا ہے۔وہ تاریخ اور دن بتائیں گے۔(آپ بھی) دفتر وفاق سے دن اور تاریخ کا پتہ کرلیں اور دفتر آجائیں۔

سلیم اللہ خان......صدر: وفاق المدارس العربیہ پاکستان

۱۳ / رمضان المبارک ۳۶ھ......یکم جولائی ۲۰۱۵ء

☆......☆......☆......☆

بقیہ......جاوید غامدی: مرزا قادیانی کا وکیل صفائی

انگریز کے دربار میں اس کے باپ کے لیے اسپیشل نشست مقرر تھی، اس لیے انہوں نے مرزا پر ہاتھ رکھا اور یہ سارے دعوے اس سے کرائے۔آج پوری امت مسلمہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والے چاہے قادیانی گروپ ہو یا لاہوری گروپ سب کو مرتد، زندیق اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتی ہے۔یہی فیصلہ پوری دنیا کی ۱۴۴ رتنظیموں نے رابطہ عالم اسلامی کے پلیٹ فارم سے کیا۔یہی فیصلہ پاکستان کی قومی اسمبلی نے ۱۹۷۴ء میں متفقہ طور پر کیا اور یہی فیصلہ ہر اس عدالت نے کیا جہاں جہاں قادیانی اپنی درخواستیں لے کر گئے۔ان عدالتوں میں فیصلہ کرنے والے جج ہندو بھی تھے اور یہودی بھی، ہر ایک نے چاہے اندرون ملک کی عدالتیں ہوں یا بیرون ملک کی، سب نے یہی فیصلہ کیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والوں کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔لیکن ایک جناب جاوید غامدی صاحب ہیں جو اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں۔ہم ان کے چاہنے والوں سے یہی سوال کرتے ہیں کہ فیصلہ آپ کریں، ایک جاوید احمد غامدی غلط راہ پر ہے یا پوری مسلم برادری؟ جاوید احمد غامدی کی سوچ اور فکر غلط ہے یا پوری پاکستانی قومی اسمبلی اور چھوٹی عدالت سے عدالت عظمیٰ تک؟ فیصلہ آپ کے اختیار میں ہے۔قبر اور حشر میں ہر ایک نے اپنا جواب دینا ہے، کوئی کسی کا ساتھ نہیں دے گا۔اور دنیا میں سب سے قیمتی چیز متاعِ ایمان ہے، اگر آج کسی کی عقیدت کے نشہ میں یہ متاع لٹ گئی تو بتایئے! خسارے کے علاوہ کیا ملے گا؟ ''خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ۔'' وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین

[بشکریہ ماہنامہ بینات کراچی]

ابو مطیع قسط:۳

رجم کی مشروعیت اور اس کے منسوخ نہ ہونے کا اثبات

زانی محصن کے لیے رجم کی سزا......اہل سنت کا اجماعی موقف

امام ابوالقاسم خرقی حنبلیؒ فرماتے ہیں:

”وإذا زنى الحر المحصن أو الحرة المحصنة جُلِدَا ورُجِمَا حتى يموتا فى إحدى الروايتين عن أبى عبد الله رحمه الله، والرواية الأخرى يرجمان ويجلدان.“[مختصر الخرقی مع المغنی:۱۲۰/۱۰]

امام موفق الدین ابن قدامہؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

”الكلام فى هذه المسئلة فى فصول ثلاثة: (أحدها) فى وجوب الرجم على الزانى المحصن رجلا كان أو امرأة وهذا قول عامة أهل العلم من الصحابة والتابعين ومن بعدهم من علماء الأمصار فى جميع الأعصار ولا نعلم فيه مخالفا إلا الخوارج فإنهم قالوا: الجلد للبكر والثيب لقول الله تعالى: (الزانية والزانى فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة) وقالوا لا يجوز ترك كتاب الله الثابت بطريق القطع واليقين لأخبار آحاد يجوز الكذب فيها ولأن هذا يفضى إلى نسخ الكتاب بالسنة وهو غير جائز.

ولنا أنه قد ثبت الرجم عن رسول الله ﷺ بقوله وفعله فى أخبار تشبه المتواتر وأجمع عليه أصحاب رسول الله ﷺ على ما سنذكره فى أثناء الباب فى مواضعه إن شاء الله تعالى وقد أنزله الله تعالى فى كتابه وإنما نسخ رسمه دون حكمه فروى عن عمر بن الخطاب رضى الله عنه أنه قال: إن الله تعالى بعث محمدا ﷺ بالحق وأنزل عليه الكتاب فكان فيما أنزل عليه آية الرجم فقرأتها وعقلتها ووعيتها ورجم رسول الله ﷺ ورجمنا بعده فاخشى إن طال بالناس زمان ان يقول قائل ما نجد الرجم فى كتاب الله فيضلوا بترك فريضة أنزلها الله تعالى فالرجم حق على من زنى إذا أحصن من الرجال والنساء إذا قامت البينة أو كان الحبل أو الاعتراف وقد قرأ بها: (الشيخ والشيخة اذا زنيا فارجموهما البتة نكالا من الله والله عزيز حكيم) متفق عليه أما آية الجلد فنقول بها فإن الزانى يجب جلده فإن كان ثيبا رجم مع الجلد والآية لم تتعرض لنفيه وإلى هذا أشار على رضى الله عنه حين جلد شراحة ثم رجمها وقال: جلدتها بكتاب الله تعالى ثم رجمتها بسنة رسول الله ﷺ ثم لو قلنا إن الثيب لا يجلد لكان هذا تخصيصا للآية العامة وهذا سائغ بغير خلاف، فإن عمومات القرآن فى الإثبات كلها مخصصة، وقولهم ”إن هذا نسخ“ ليس بصحيح وإنما هو تخصيص. ثم لو كان نسخا لكان نسخا بالآية التى ذكرها عمر رضى الله عنه وقد روينا أن رسل الخوارج جاءوا عمر بن عبد العزيز رحمه الله فكان من جملة ما عابوا عليه الرجم وقالوا : ليس فى كتاب الله إلا الجلد وقالوا الحائض أوجبتم عليها قضاء الصوم دون الصلاة والصلاة أوكد فقال لهم عمر: وأنتم لا تأخذون إلا

بما فی کتاب الله ؟ قالوا: نعم قال: فأخبرونی عن عدد الصلوات المفروضات وعدد أركانها وركعاتها ومواقيتها أين تجدونه فی كتاب الله تعالى ؟ وأخبرونی عما تجب الزكاة فيه ومقاديرها ونصبها ؟ فقالوا: اَنْظِرنا فرجعوا يومهم ذلك فلم يجدوا شيئا مما سألهم عنه فی القرآن فقالوا لم نجده فی القرآن قال: فكيف ذهبتم إليه ؟ قالوا: لأن النبی ﷺ فعله وفعله المسلمون بعده فقال لهم: فكذلك الرجم وقضاء الصوم فان النبی ﷺ رجم ورجم خلفاؤه بعده والمسلمون وأمر النبی ﷺ بقضاء الصوم دون الصلاة وفعل ذلك نساؤه ونساء أصحابه إذا ثبت هذا فمعنى الرجم أن يرمی بالحجارة وغيرها حتى يقتل بذلك قال ابن المنذر: أجمع أهل العلم على أن المرجوم يدام عليه الرجم حتى يموت ولأن إطلاق الرجم يقتضی القتل به كقوله تعالى: (لتكونن من المرجومين) وقد رجم رسول الله ﷺ اليهودِيَّيْنِ اللذينِ زنيا وماعزًا والغامديةَ حتى ماتوا."

[مغنی کتاب الحدود:۱۰/۱۲۰تا۱۲۲نیز دیکھئے شرح مقنع مع المغنی کتاب الحدود:۱۰/۱۵۵تا۱۵۷]

نیز فرماتے ہیں:

(الفصل الثانی) أنه يجلد ثم يرجم فی إحدى الروايتين فعل ذلك علی رضی الله عنه وبه قال ابن عباس وأبی بن كعب و أبو ذر ذكر ذلك عبد العزيز عنهما واختاره وبه قال الحسن و اسحاق و داود و ابن المنذر والرواية الثانية يرجم ولا يجلد روی عن عمر وعثمان أنهما رجما ولم يجلدا وروی عن ابن مسعود أنه قال :إذا اجتمع حدان لله تعالى فيهما القتل أحاط القتل بذلك وبهذا قال النخعی و الزهری و الأوزاعی و مالك و الشافعی و أبو ثور وأصحاب الرأی واختار هذا ابو اسحاق الجوزجانی و أبو بكر الأثرم ونصراه فی سننهما (لأن جابرا روی أن النبی ﷺ رجم ماعزا ولم يجلده ورجم الغامدية ولم يجلدها) و (قال: واغد يا أنيس إلى امرأة هذا فان اعترفت فارجمها) متفق عليه ولم يأمره بجلدها وكان هذا آخِرَ الامرين من رسول الله ﷺ فوجب تقديمه قال الأثرم: سمعت أبا عبد الله يقول: فی حديث عبادة أنه اول حد نزل وان حديث ماعز بعده رجمه رسول الله ﷺ ولم يجلده وعمر رجم ولم يجلد ونقل عنه اسماعيل بن سعيد نحو هذا ولأنه حد فيه قتل فلم يجتمع معه جلد كالردة ولأن الحدود إذا اجتمعت وفيها قتل سقط ما سواه فالحد أولی." [مغنی:۱۰/۱۲۴،۱۲۵،شرح مقنع مع المغنی:۱۰/۱۵۷،۱۵۸]

امت مسلمہ پر اعتماد کیوں ضروری ہے؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا فرمائی: **تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ** [سورة یوسف:۱۰۱] ہمیں بھی نیک لوگوں کے ساتھ رہنے کی دعا کرتے رہنا چاہئے نیک لوگوں کے ساتھ رہیں گے تو ہی جنت میں جانا ہوگا، اور قیامت کے دِن انسان کو انہی لوگوں کے ساتھ رکھا جائے گا جن کے ساتھ دنیا میں دِلی تعلق رکھتا تھا یہ تو نہیں ہوسکتا کہ انسان دنیا میں اللہ کے دشمنوں میں رہے اور قیامت کے دِن اللہ کے دوستوں کی صف میں کھڑا ہو جائے۔

آنحضرت ﷺ کی تیار کردہ امت:

آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کے بعد سب کی نجات آپ کی فرمانبرداری میں ہے اور آپؐ کی فرمانبرداری تب ہی ممکن ہے جب انسان امت مسلمہ پر اعتماد کرے امت مسلمہ پر اعتماد کیے بغیر انسان آنحضرت ﷺ کی تعلیمات نہیں جان سکتا۔ اس امت پر اعتماد ایک تو اس وجہ سے ضروری ہے کہ یہ امت آنحضرت ﷺ کی تیار کردہ امت ہے آپ نے اس پر اعتماد کیا اور اس پر قیامت تک کے لیے دین پہنچانے کی ذمہ داری رکھ دی تو ہم کون ہیں اس امت پر اعتماد نہ کرنے والے، دوسرے اس لئے کہ اگر اس امت پر اعتماد نہ کیا جائے تو انسان جائے کہاں کوئی اور نبی تو آئے گا ہدایت ملے گی تو اس امت کے ساتھ رہ کر ہی نصیب ہوگی جس کو اس امت پر اعتماد نہیں وہ ہدایت سے کوسوں دور رہے گا کیونکہ قرآن بھی اس امت نے پہنچایا ہے اور حدیث نبوی بھی۔ بلکہ آنحضرت ﷺ کا دعوی نبوت بھی اور آپ کا کلمہ بھی ہمیں اس امت کے ذریعے ہی ملا ہے۔ جس کو اس امت پر اعتماد نہیں وہ جہاں جاتا ہے جائے ہدایت نہیں پائے گا ہدایت اس امت کے ساتھ رہنے ہی میں ہے۔

اس امت میں ایک بڑی جماعت ہمیشہ حق پر رہے گی:

ارشادِ نبوی ہے: **لا یزال من امتی امة قائمة بامر اللّٰه** [شرح السنة:۲۱۲/۱۴، بخاری ۱۶/۱، مسلم:۱۵۳۵/۳، ترمذی:۴۳/۲، مشکوۃ:۱۷۶۹/۳] ''ہمیشہ رہے گی میری امت سے ایک جماعت اللہ کے حکم کو قائم کرنے والی'' سبحان اللہ دنیا بھر کے ادیان میں دینِ اسلام ہی کا ثبوت اپنے نبی ﷺ سے متواتر ہے اور جس جماعت کے ذریعے اسلام متواتر ہے اس جماعت کا ذکر جس حدیث میں ہے وہ حدیث سند کے اعتبار سے بھی متواتر ہے۔ اس جماعت کے ساتھ ہی یہ دین زندہ ہے جو شخص اس جماعت کو نہیں مانتا وہ دینِ اسلام کو زندہ دین نہیں مانتا۔ پہلے انبیاء کی امتیں ساری کی ساری گمراہ ہو جاتی تھیں تو اللہ تعالیٰ کسی نبی کو اصلاح کے لئے بھیج دیتا تھا۔ یہ آخری امت ہے اس امت میں اللہ نے ہدایت کو باقی رکھا فرقے بہت بنے اور بن رہے ہیں مگر پھر بھی ایک بڑی جماعت حق پر موجود ہے حضرت عیسی علیہ السلام آئیں گے تو اس امت کی وہ جماعت ان کا استقبال کرے گی اور عیسی علیہ السلام ان کے پیچھے نماز ادا کر کے بتادیں گے کہ اس امت میں ہدایت والی جماعت باقی ہے۔

شیخ خلیل ابراہیم ملا خاطر فرماتے ہیں:

'' ومما خص اللّٰه به هذه الامة ان لا يجمعها على ضلالة وانه ستبقى منها طائفة على الحق ظاهرين حتى يقاتل آخرها الدجال وحتى قيام الساعة والحديث فى هذا الموضوع متواتر والحمد لله قال ﷺ لا تزال طائفة من امتى ظاهرين على الحق ، لا يضرهم من خذلهم حتى يأتى امر اللّٰه وهم كذلك '' والحديث فى الصحيحين وغيرهما عن جابر ومعاوية بن ابى سفيان والمغيرة بن شعبة وعقبة بن عامر وسعد بن ابى وقاص وجابر بن سمرة وثوبان وابى هريرة وابى امامة و عمر بن الخطاب وجبير بن نفير وغيرهم رضى اللّٰه عنهم.''

حاشیہ میں لکھتے ہیں:

" استوعبت طرقه - حسب ما أمكنني - فبلغت عن عشرين صحابيا فى تعليقى على كتاب " مسألة الاحتجاج بالشافعي ......" للخطيب البغدادى [صفحة ٤٤ - ٤٧] طبع الرياض و انظر النظم المتناثرة صفحة ٩٣ (عظيم قدره ورفعة مكانته عند ربه عزوجل صفحة ۱۳۰، ۱۳۱]

امت سے کٹ کر ہدایت نہیں پائی جاسکتی:

یہ حق والی جماعت بلا استثناء ہر دور میں زانی محصن کی سزا رجم کو مانتی رہی ہے اب جو اس مسئلہ میں اختلاف ڈالے وہ یقیناً اس کا مصداق ہے: وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْم بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ط وَسَآءَ تْ مَصِيْرًا [النساء:۱۱۵] ''اور جو شخص رسول (ﷺ) کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اس کو امر حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو جو وہ کرتا ہے ہم اسے کرنے دیں گے اور اس کو دوزخ میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے جانے کی'' آپ دیکھیں گے کہ ایسے لوگ گمراہی میں آگے سے آگے بڑھتے جاتے ہیں حق کی طرف رجوع کرنے کی توفیق سے محروم رہتے ہیں۔

امت کے اجماعی موقف کے خلاف تحقیق قطعاً قابل التفات نہیں:

جو لوگ رجم کے بارے میں یا امت کے اجماعی مسائل کے خلاف لکھتے ہیں یا جس فقہ پر لوگ عمل کر رہے ہیں اس سے بدظن کرتے ہیں ان سے کہو کہ ہم نہ تمہارے علم کے منکر، نہ تمہارے وسعت مطالعہ کے نہ تمہاری تحقیق کے۔ یہ سب چیزیں اپنی جگہ مگر ہمیں ان کی ضرورت نہیں ان کو تم سنبھال کر رکھو ہم امت مسلمہ کے ساتھ ہیں اور امت مسلمہ کے ساتھ ہی ہمیں رہنے کی چاہت ہے ہماری دِلی دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دِلوں کو اس امت کی عقیدت سے بھر دے قیامت کے دن بھی اس امت میں اٹھائے اور اس امت کے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ہمیں جنت کا داخلہ نصیب کرے تمہاری تحقیق کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں تم جانو تمہارا کام ہم تو ایسی تحقیق کو نری ضلالت جانتے ہیں جو امت مسلمہ سے کاٹ دے قیامت کے دن امت مسلمہ سے ہونا کام آئے۔

تحقیق کے نام سے امت کی توہین کرنے والو، امت مسلمہ سے کاٹنے والو! جب زندگی بھر تم یہی کچھ کرو گے تو قبر میں دِيْنِیَ الْاِسْلَامُ کیسے کہو گے؟ قیامت کے دِن اس امت میں کس طرح اٹھو گے؟ ہماری دلی دعاء ہے: رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِىْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ [الحشر:۱۰] رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَىْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ (7) رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِىْ

وَعَدتَّهُم وَمَن صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْط إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (8) وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ ط وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ [المؤمن:۷ تا۹] یہ دعائیں وہی کرے گا جس کو ساری امت سے عقیدت ہوگی جو امت سے بدگمان رہے وہ سمجھے خلافت راشدہ کے دور میں جو رجم ہوا وہ ظلم تھا، امت مسلمہ نے جو کچھ رجم کے بارے میں لکھا غلط لکھا ہے۔ امت میں سے کسی کو یہ سمجھ ہی نہیں آیا صرف میں ہی سمجھا ہوں وہ یہ دعائیں کس منہ سے کرے گا؟

رجم کے بارے میں مرزائیوں کا موقف اور اس کا رد

مرزائی اسلام سے مکمل طور پر کٹے ہوئے ہیں ان کے کفریات بے شمار ہیں۔ کسی مسئلہ میں ان کی رائے ایسے ہی ہے جیسے کسی عیسائی یا ہندو کی رائے، بلکہ اس سے بھی بدتر۔ یعنی کسی مسئلہ کے بارے میں جیسے کسی عیسائی یا ہندو کی رائے قابلِ التفات نہیں اسی طرح مرزائیوں کی رائے قابل غور نہیں، مگر چونکہ وہ لوگ خود کو مسلمان کہہ کر اپنی رائے پیش کرتے ہیں اور علماءِ اسلام کی طرح نصوص پیش کرتے ہیں جس سے بعض ناواقف ان کی باتوں سے متاثر ہو جاتے ہیں، اس لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ اس قسم کے مسائل میں ان کی باتوں کا جائزہ لیا جائے۔ سو یاد رہے کہ مرزا بشیر الدین محمود کی تفسیر صغیر اور مرزا طاہر احمد کے ترجمہ کے حواشی میں زانی کے لیے رجم کی سزا کا ذکر ہی نہیں اور مرزا بشیر الدین محمود کی تفسیر کبیر میں اس کو مانتے ہوئے کہ آنحضرت ﷺ نے اس سزا کو جاری کیا پھر خلافت راشدہ کے دور میں بلکہ اس کے بعد بھی یہ سزا جاری رہی مگر پھر بھی مختلف حیلوں سے اس کو رد کرنے کی کوشش کی ہے ان شاء اللہ تفسیر میں یا اسی کتاب میں محکمات کی بحث میں تفصیل سے اس کا مفصل رد آئے گا فی الحال چند ضروری نکات پر اکتفاء کیا جاتا ہے چنانچہ قَالَ سے اس کی بات کا ذکر ہوگا اور اَقُوْلُ سے اس کا جواب۔

﴿قَالَ﴾ ہمارا یہ عقیدہ ہے کوئی منسوخ حکم قرآن کریم میں موجود نہیں قرآن کریم میں جتنے احکام موجود ہیں وہ سب غیر منسوخ ہیں۔ [تفسیر کبیر مرزائی:۶/۲۴۹][۱] ایک طرف تو مرزائی کہتے ہیں کہ قرآن میں نسخ نہیں دوسری طرف قادیانی کہتا ہے کہ وحی الٰہی محمد رسول اللہ میرے بارے میں نازل ہوئی [ایک غلطی کا ازالہ:۳ در روحانی خزائن:۱۸/۲۰۷] ساری امت ''محمد رسول اللہ'' جو معنی لیتی رہی قادیانی نے اس کا انکار کر دیا۔ یاد رہے کہ یہ کلمہ قرآن کریم سورۃ الفتح آیت ۲۹ میں بھی موجود ہے۔ پھر قادیانی کہتا ہے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی آیات سب مرزا کی طرف منسوب ہو گئیں......سب انبیاء کے نام مرزا کو مل گئے انبیاء کے بارے میں نازل ہونے والی بہت سی آیات مرزا کو مل گئیں حتیٰ کہ ومبشرا برسول یأتی من بعدی اسمه احمد بھی اسی کے بارے میں ہے اس آیت میں احمد سے معاذ اللہ مرزا قادیانی ہی مراد ہے۔ [ازالہ اوہام در روحانی خزائن:۳/۴۶۳، مکمل تبلیغی پاکٹ بک:۱/۳۷۱] نسخ کا انکار کرتے ہوتے۔ احکام میں نسخ کا انکار کرتے ہیں اور عقائد قطعیہ میں نسخ کے قائل ہوئے پھرتے ہیں۔

﴿ قَــالَ ﴾......اگر منسوخ آیتیں قرآن کریم میں موجود ہیں تو پھر سارے قرآن کی اعتبار اٹھ جاتا ہے اس صورت میں ہمارے پاس کیا دلیل رہ جاتی ہے کہ ہم فلاں آیت پر عمل کریں اور فلاں پر عمل نہ کریں۔
[تفسیر کبیر مرزائی: ۶/ ۲۴۹]

﴿اَقُوْلُ﴾[۱] قرآن کریم میں **اصحاب الجنة** اور **اصحاب النار** کے دو دو معنی ہیں اکثر مقامات پر ان سے جنتی اور دوزخی مراد ہیں مگر اِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا اَصْحَابَ الْجَنَّةَ [القلم:۱۷] میں **اصحاب الجنة** سے دنیا کے کسی باغ کے مالک مراد ہیں اور **وما جعلنا اصحاب النار الا ملائكة** [المدثر:۳۱] میں **اصحاب النار** سے دوزخ کے نگران فرشتے مراد ہیں؟ اس حقیقت کا اعتراف محمد علی لاہوری مرزائی نے بھی اپنی تفسیر کی تمہید میں کیا ہے۔ تیرے پاس کیا دلیل ہے کہ ہر جگہ ایک ہی معنی ہوگا؟ [۲] اس کی کیا دلیل ہے کہ بَـلْ رَفَـعَـهُ اللّٰـهُ اِلَيْهِ. [النساء:۱۵۸] میں رفع جسمانی مراد نہیں اور اِنِّیْ مُتَوَفِّيْكَ [آل عمران:۵۵] میں توفی سے موت ہی مراد ہے جبکہ یہاں موت کا لفظ نہیں، اور **فاماته الله مائة عام ثم بعثه** میں اَمَاتَ سے موت دینے کا معنی مراد نہیں؟ [البقرة:۲۵۹] جبکہ وہاں امات اور بعث کے الفاظ موجود ہیں۔ اگر تمہارے ہاں ان میں قادیانیت اصل ہے اور تم نے اسی کے مطابق معنی کرتا ہے تو ہمارے ہاں امتِ مسلمہ کے ساتھ رہنا ہے جب امت مسلمہ کسی آیت کو منسوخ کہے تو ہم اسے منسوخ ہی کہیں گے۔ اسی طرح سورۃ آل عمران کی آیت ۵۵ سورۃ النساء ۱۵۸ کی آیت سے حضرت عیسی علیہ السلام کے رفع کا معنی ہی لیں گے کیونکہ امت مسلمہ نے ایسا ہی کیا ہے۔

﴿ قَالَ ﴾ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ رجم کرنے کا طریق مسلمانوں میں بعد میں بھی جاری رہا اور حضرت عمرؓ کے متعلق تو یہاں تک بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ قرآن کریم میں رجم کی ایک آیت تھی جو کہ بعد میں غائب ہوگئی......اس کے الفاظ یہ بتاتے ہیں **الشیخ و الشیخة**......ایک بڑی عمر والا مرد یا ایک بڑی عمر والی عورت جب زنا کریں تو ان کو پتھر مار مار کر کلی طور پر قتل کردو......زنا کی سزا کے بارے میں بھی حضرت عمر سے غلطی ہوئی۔ [تفسیر کبیر مرزائی: ۶/ ۲۵۰، ۲۵۱]

﴿اَقُـوْلُ﴾[۱] حضرت عمرؓ سے کسی نے اختلاف نہ کیا یہ اس کی دلیل ہے کہ سب صحابہؓ کا اس میں اتفاق تھا جہاں سب صحابہ متفق ہوں بعد والوں کی کیا مجال کہ اس میں اختلاف کریں [۲] **محمد رسول الله** کا معنی سمجھنے میں بھی کیا حضرت عمرؓ سے غلطی ہوئی، دیگر انبیاء کے حق میں اترنے والی آیات کو سمجھنے میں بھی کیا ان سے غلطی ہو جاتی تھی جن لوگوں کو محمد رسول اللہ کے معنی میں اتفاق نہیں ان کے نزدیک اس سے قادیانی مراد ہے اگر وہ لوگ زنا کی سزا رجم کا انکار کریں تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔

﴿ قَالَ ﴾ امت محمدیہ میں سے معتزلین اور خوارج کا یہ عقیدہ ہے کہ رجم قرآن سے ثابت نہیں۔
[تفسیر کبیر مرزائی: ۶/ ۲۵۴]

﴿اَقُــوْلُ﴾ یہ بتا کہ جب حضرت عمرؓ کے دور میں رجم کی سزادی گئی تو کسی صحابی نے مخالفت کی جب حضرت عثمان نے کہا: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: لاَ يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِإِحْدَى ثَلاثٍ: رَجُلٌ زَنَى بَعْدَ إِحْصَانِهِ فَعَلَيْهِ الرَّجْمُ، أَوْ قَتَلَ عَمْدًا فَعَلَيْهِ الْقَوَدُ، أَوِ ارْتَدَّ بَعْدَ إِسْلامِهِ فَعَلَيْهِ الْقَتْلُ، فَوَاللّٰهِ مَا زَنَيْتُ فِي جَاهِلِيَّةٍ وَلا إِسْلامٍ، وَلا قَتَلْتُ أَحَدًا، فَأُقِيْدَ نَفْسِيْ مِنْهُ وَلا ارْتَدَدْتُ مُنْذُ أَسْلَمْتُ. إِنِّيْ أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ [مسند احمد: ۶۳/۱] اس کو تو بھی مانتا ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک عورت کو کوڑوں کے ساتھ رجم کی سزا دلوائی [تفسیر کبیر مرزائی: ۲۵۵/۶] کیا رجم کی سزا کے بارے میں کسی نے ان سے اختلاف کیا؟ ہرگز نہیں۔ مغنی ابن قدامہ کے حوالے سے یہ بات گزر چکی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں خوارج نے رجم کے بارے میں ان پر اعتراض کیا تھا۔ بہرحال خارجیوں کی طرح مرزائیوں کا اس کی مخالفت کرنا اس کے حق ہونے کی دلیل ہے: شاعر کہتا ہے:

وَاِذَا اَتَتْکَ مَذَمَّتِیْ مِنْ نَاقِصٍ ۔۔۔ فَهِیَ شَهَادَةٌ بِأَنِّیْ کَامِلٌ

﴿قَـــالَ﴾ حضرت علیؓ کے نزدیک رجم کا حکم ایک زائد حکم تھا جو سنت سے ثابت ہے وہ حکم قرآن کو منسوخ کرنے والا نہیں [تفسیر کبیر مرزائی: ۲۵۴/۶]

﴿اَقُــوْلُ﴾ موزوں کے مسح کے بارے میں تو کیا کہتا ہے قرآن میں اس کی تصریح نہیں اگر مانتا ہے تو کسی دلیل سے؟ اور قرآنی آیت کا کیا کرے گا جس میں موزوں پر مسح کا ذکر ہی نہیں اور تم لوگ تو جرابوں کے مسح کو بھی مانتے ہو۔ [فقہ احمدیہ: ۵۴/۲] محمد علی لاہوری مرزائی کہتا ہے: ہاں حالت وضو میں موزے یعنی جراب پہن لی جائے تو پانچ نمازوں تک اس پر مسح جائز ہے اور وہ اس آیت کے خلاف نہیں بلکہ اس کی تفصیل ہے جس طرح زخم وغیرہ میں کسی عضو پر مسح کر لینا اس کے خلاف نہیں۔ [بیان القرآن: ۴۱۰/۱ حاشیہ ۷۹۳] ہم کہتے ہیں: اسی طرح زانی محصن کو رجم کرنا قرآن کی تفصیل ہے سورۃ النور کی آیت کے خلاف نہیں۔

﴿قَالَ﴾ فرمایا اس کا [یعنی حضرت ماعزؓ کا] بھاگنا ہی اپنے اقرار سے رجوع کرنا تھا پھر تم نے اسے کیوں نہ چھوڑا...... یہ حدیث بھی بتاتی ہے کہ رجم کا حکم خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھا...... اگر رجم کا حکم خدا کی طرف سے ہوتا تو رسول کریم ﷺ یہ کس طرح کہہ سکتے تھے کہ تم نے اسے مارا کیوں؟ [تفسیر کبیر مرزائی: ۲۵۶/۶]

﴿اَقُــوْلُ﴾ ایک مسلمان کے مار دینے کا حکم آپ کس طرح دے سکتے ہیں آپ تو انتہائی شفیق مہربان تھے اذن خداوندی کے بغیر کسی سزا کا دینا آپ سے متصور نہیں۔ رہا بھاگ کر سزا سے بچ جانا تو اس کی وجہ واضح ہے کہ ان پر گواہ تو تھے نہیں اقرار ہی تھا بھاگ جانے کی صورت میں اقرار سے رجوع ہوتا ہے اور رجم کی شرط نہیں پائی جاتی ہاں اگر چار گواہوں کی گواہی سے رجم کا حکم دیا جائے تو پھر رجم ضروری ہے الا یہ کہ گواہ ہی رجوع کر جائیں۔

﴿ قَالَ ﴾ بہرحال رسول اللہ ﷺ کا بعض لوگوں کو رجم کرنا محض یہودی تعلیم کی اتباع میں تھا۔
[تفسیر کبیر مرزائی: ۲۵۷/۶]

﴿اَقُوْلُ﴾ [۱] مزدور والی حدیث میں آپؐ نے شادی شدہ زانیہ کے رجم کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ میں اللہ کی کتاب سے فیصلہ کرتا ہوں [بخاری: ۱۰۰۸/۲، مسلم: ۶۹/۲] اور تو کہتا ہے کہ آپ نے معاذ اللہ یہودی تعلیم کی اتباع کی اور آپ مسلمانوں میں کیا یہودیت کو نافذ کرتے تھے [۲] اگر آپ ﷺ نے کسی بات میں یہودیت کی یا عیسائیت کی یا اہل مکہ کی تصدیق کی ہے تو امت مسلمہ اس لئے اسے نہیں لیتی کہ وہ یہودیت کی چیز ہے بلکہ وہ اس لئے لیتی ہے کہ آپ کی تقریر سے وہ حدیث بن چکی ہے اور اگر تورات کا مضمون قرآن میں آ گیا تو اس لئے نہیں کہ تورات کا ہے بلکہ اس لئے کہ قرآن کا مضمون ہے اگر خلافتِ راشدہ میں ایسی کوئی بات لی گئی تو ہم اسے اس لئے لیتے ہیں کہ وہ خلافتِ راشدہ کے بابرکت دور کی چیز ہے [۳] دوسروں کو اپنے اوپر قیاس نہ کر یہ تمہارا نصیب ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کو برا کہنے کیلئے یہودیوں کی باتیں نقل کر کے یہودیت قبول کرتے ہیں چنانچہ مرزا قادیانی ایک جگہ لکھتا ہے: ہمارے قلم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت جو کچھ خلاف شان ان کے نکلا ہے وہ الزامی جواب کے رنگ میں ہے اور وہ دراصل ہم نے یہودیوں کے الفاظ نقل کیے ہیں۔ [چشمہ مسیحی: ۴ در روحانی خزائن: ۳۳۶/۲۰]

﴿ قَالَ ﴾ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صرف زانی یا زانیہ کا لفظ نہیں رکھا بلکہ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ کے الفاظ رکھے ہیں یعنی الف لام کی زیادتی کی ہے اور الف لام کی زیادتی ہمیشہ معنوں میں تخصیص پیدا کر دیا کرتی ہے پس اس جگہ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي سے صرف ایسا شخص ہی مراد ہو سکتا ہے جو یا تو زنا کا عادی ہو یا علی الاعلان ایسا فعل کرتا ہو اور اتنا نڈر اور بے باک ہو گیا ہو کہ وہ اس بات کی بھی پرواہ نہیں کرتا کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے یا نہیں یا اس میں شہوت کا مادہ تو نہ ہو اور وہ پھر بھی زنا کرتا ہو جیسے بوڑھا مرد یا بوڑھی عورت ان معنوں کے لحاظ سے اس حدیث کی بھی ایک رنگ میں تصدیق ہو جاتی ہے جس میں یہ ذکر آتا ہے کہ اَلشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ اِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوْهُمَا الْبَتَّةَ ایک بڑی عمر والا مرد یا ایک بڑی عمر والی عورت اگر زنا کریں تو ان کو پتھر مار مار کر مار دو گویا اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ کے معنی اَلشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ کے ہی ہیں......پس اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ سے کامل زانی مراد ہے جو یا تو زنا کا عادی ہو یا اتنا نڈر ہو گیا ہو کہ وہ کھلے بندوں اس فعل کا ارتکاب کرتا ہو یا محصن یعنی شادی شدہ اور بڈھا ہو اور پھر بھی وہ زنا کرتا ہو ایسے بندوں کے متعلق قرآن کریم یہی کہتا ہے کہ ان کا جرم ثابت ہونے پر انہیں سو سو کوڑے لگاؤ۔ [تفسیر کبیر مرزائی: ۲۵۷]

﴿اَقُوْلُ﴾ [۱] اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس کو زنا کی عادت نہیں اس کیلئے کوئی سزا نہیں۔ کیا بغیر عادت کے زنا کے اثرات مرتب نہ ہوں گے؟ کیا اس سے بے پردگی نہ ہوگی؟ کیا حمل نہ ہوگا؟ کیا نسب خراب نہ ہوں گے

؟ کیا بچے کی نسبت غلط نہ ہوگی ؟ کیا نان نفقہ رہائش اور وراثت کے نیز حرمت مصاہرت کے مسائل متاثر نہ ہوں گے؟ کیا ایک مرتبہ زنا کرنے کی وجہ سے لڑکی کے رشتہ دار غیرت میں لڑکی کے قتل کا ارتکاب نہیں کر سکتے ؟ حمل ہونے کی صورت میں کیا اسقاطِ حمل کے واقعات نہ ہوں گے؟ [۲] پھر عادت کا معیار کیا ہے؟ ایک آدمی ہفتے میں ایک دو مرتبہ کرتا ہے دوسرا دو چار ماہ کے بعد کرتا ہے تیسرا سال میں ایک دو مرتبہ سفر میں کرتا ہے، تیرے ہاں کس کو زنا کا عادی مانا جائے گا ؟ [۳] تیرے ہاں تو بڑھاپا معیار ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ جوانی میں اس جرم کی کوئی سزا نہیں ۔ تو اپنی جماعت کا خلیفہ ہے کیا وجہ ہے کہ تیری جماعت کے جوان لڑکے لڑکیاں اس سے فائدہ نہ اٹھائیں؟ اور جس کو کہا جائے تو بوڑھا ہے وہ کہے میں تو بھی بوڑھا نہیں ہوا بوڑھا ہوتا تو یہ کام کیسے کرتا پھر تو کیا کرے گا ؟ [۴] زنا کا اثبات کیسے ہوگا اقرار سے یا گواہوں سے اگر اقرار سے تو کیا صرف زنا کے بارے میں اقرار کافی ہوگا یا اس کو عادت بھی بتانی ہوگی ؟ زنا پر سزا کے جو واقعات ہوئے ہیں ان میں سے کسی میں عادت کے اقرار کا بھی ذکر ہے اگر ہے تو کن لفظوں سے؟ [۵] اگر گواہوں سے زنا کا ثبوت ہو تو کتنے گواہ چاہئیں چار تو صرف ایک واقعہ بتائیں گے عادت ثابت کرنے کیلئے تو کئی مرتبہ زنا کے گواہوں کی ضرورت ہوگی ؟ اس طرح صرف چار نہیں بلکہ کئی چار کی ضرورت ہوگی کیونکہ پہلے چار کی گواہی دوسری مرتبہ کیلئے قبول نہ ہوگی کیونکہ ان پر اعتراض ہوگا کہ پہلی مرتبہ دیکھ کر تم نے کیوں نہ بتایا؟ کیا کسی نص میں اس کا ذکر ہے کہ کئی چار کی گواہی پر حد زنا لگے گی ایک چار کی گواہی پر نہیں [۶] خاوند کو لعان کی اجازت کب ہوگی جب ایک مرتبہ بیوی کے ساتھ غیر مرد کو دیکھے یا جب بیوی کو زنا کی عادت ہو؟ اور کس دلیل سے؟

نوٹ: مرزا بشیر الدین محمود ہی مرزے کے ایک مرید کے بارے میں جو لاہوری گروپ میں چلا گیا تھا لکھتا ہے کہ حضرت مسیح موعود ولی اللہ تھے اور اور ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کر لیا کرتے ہیں، اگر انہوں نے کبھی کبھار زنا کر لیا تو اس میں حرج کیا ہوا؟ پھر لکھا ہے: ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض نہیں کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کیا کرتے تھے، ہمیں اعتراض موجودہ خلیفہ پر ہے کیونکہ وہ ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے، اس اعتراض سے پتہ لگتا ہے کہ یہ شخص پیغامی طبع ہے [یعنی لاہوری مرزائی] اس لیے کہ ہمارا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ آپ نبی اللہ تھے، مگر یہ پیغامی اس بات کو نہیں مانتے اور وہ آپ کو صرف ولی اللہ سمجھتے ہیں۔ (روزنامہ الفضل قادیان مورخہ ۳۱۔ اگست ۱۹۳۸ء ص ۵، ۶) یاد رہے کہ مرزا بشیر الدین محمود نے یہ نہ کہا کہ اس شخص نے مرزے پر یا اس کے بیٹے پر الزام لگائے ہیں، بلکہ کہتا ہے کہ وہ لاہوری گروپ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مرزا کبھی کبھی زنا کر لیتا تھا، اس لیے وہ زنا کی سزا کا حقدار نہیں اور مرزے کا بیٹا کثرت سے زنا کرتا تھا، مگر چونکہ بیٹا بوڑھا نہ تھا اس لیے وہ بھی زنا کی سزا کا حقدار نہیں۔ کوئی بعید نہیں کہ اپنے دفاع کے لیے مرزائیوں نے یہ زنا کی سزا کے لیے ان شرطوں کا ذکر کیا۔ (جاری۔۔۔۔)

مفتی رب نواز حفظہ اللہ　　　　قسط: ۲۹

زبیر علی زئی کا تعاقب

زبیر علی زئی صاحب:

رب نواز دیوبندی نے جس اوکاڑوی کا [۲۲۸] مختصر تعارف لکھا ہے، اس اوکاڑوی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرتے ہوئے لکھا: ''لیکن آپ ؐ نماز پڑھاتے رہے اور کتیا سامنے کھیلتی رہی، اور ساتھ گدھی بھی تھی، دونوں کی شرمگاہوں پر بھی نظر پڑتی رہی'' [۲۲۹]

([۲۳۰] ... کی غیر مستند نماز ص ۴۳، مجموعہ رسائل طبع قدیم ۳/ ۳۵۰، تجلیاتِ صفدر: ۵/ ۴۸۸)

اس گستاخ کے بارے میں طارق جمیل دیوبندی نے کہا: ''ان کے لہجے میں بہت زیادہ سختی تھی [۲۳۱] اور بہت زیادہ شدت تھی [۲۳۲]۔'' (کلمۃ الہادی الی سواء السبیل از محمد عیسیٰ خان دیوبندی ص ۲۵۶_۲۵۷)

اس عبارت پر محمد عیسیٰ خان کا رد نری دیوبندیت، اندھا تعصب [۲۳۳] اور فرقہ نوازی ہے [۲۳۴]۔

ایسے گستاخ [۲۳۵] کو آنجہانی لکھنے سے رب نواز دیوبندی اور آلِ دیوبند ناراض نہ ہوں [۲۳۶]۔

شیخ محمد ناصر الدین البانی [۲۳۷] رحمہ اللہ جو ہزاروں لاکھوں [۲۳۸] اہل حدیث علماء میں سے ایک اہل حدیث عالم تھے، کو شاغف بہاری صاحب کا آنجہانی [۲۳۹] کہنا شاغف صاحب کی اجتہادی غلطی [۲۴۰] ہے اور اس غلطی کی وجہ سے اوکاڑوی کو ''آنجہانی'' کے لقب سے باہر نکلنا غلط ہے [۲۴۱]۔

الجواب:

۲۲۸ اوکاڑوی سے مراد حضرت مولانا محمد امین اکاڑوی صاحب رحمہ اللہ ہیں۔ ان کا مختصر سا تعارف حاشیہ: ۴ میں مذکور ہے۔ اس تعارف میں علی زئی صاحب کے استاد بدیع الدین راشدی صاحب سے کیے گئے مناظرہ کے حوالہ سے ایک بات درج ہے اور وہ یہ ہے: اوکاڑوی صاحب نے لکھا ہے:

''پیر (بدیع الدین راشدی، ناقل) صاحب سے میرا تاریخی مناظرہ ہوا، یہ مناظرہ چھ گھنٹہ کا ہے جس میں مسئلہ تقلید، قراءۃ خلف الامام، آمین پر مناظرہ ہوا اور پیر صاحب کا علمی پندار خاک میں مل گیا۔''

[تجلیات صفدر ۶/ ۳۳۵]

تعارف کے آخر میں یوں ''آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم'' لکھا ہے۔

علی زئی صاحب نے ان دونوں باتوں پر تبصرہ یا ان کا رد نہیں کیا۔

۲۲۹ اوکاڑوی صاحب نے اپنی زندگی میں اِس الزام کا جواب دے دیا تھا جو تجلیات صفدر ۴/ ۲۳۳۔

۲۳۴ میں نسبۃً تفصیل سے درج ہے اس میں یہ بھی ہے:

''اس رسالہ میں کچھ اعتراضات اہلحدیث کے بڑے بھائیوں ''اہل قرآن'' کی طرف سے نقل کیے گئے تھے...کاتب نے درمیان سے کچھ عبارت غلطی سے چھوڑ دی۔''

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اوکاڑوی صاحب کی طرف منسوب عبارت ان کی اپنی نہیں بلکہ انہوں نے اہلِ قرآن / منکرین حدیث کی طرف سے نقل کی ہے لیکن کاتب نے عبارت چھوڑ دی جس کی وجہ سے وہ عبارت اوکاڑوی صاحب کی طرف منسوب ہوگئی۔

اوکاڑوی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''اب اپنی نماز تو ثابت نہیں کر سکے، نہ اہلِ قرآن کے اعتراضات کا جواب دے سکے، مجھے گستاخِ رسول کہنے لگے، حالانکہ کئی سالوں سے میں نے ناشرین سے کہہ بھی دیا تھا کہ صفحہ ۱۹۸ کی آخری آدھی سطر حذف کر دیں کیونکہ اس کو بہانہ بنا کر وہ کتاب کا جواب دینے سے راہِ فرار اختیار کر رہے ہیں لیکن ناشر نے توجہ نہ دی، اب یہ رسائل دوسرے ناشر کو دیے جا رہے ہیں وہ اغلاط کی تصحیح کے بعد شائع کرے گا۔''

ادارہ خدامِ احناف لاہور نے مجموعہ رسائل کو اغلاط کی تصحیح کے بعد شائع کیا تو حضرت اوکاڑوی کے فرمان کے مطابق اس عبارت کو حذف کر دیا۔ علی زئی صاحب کی کتاب نور العینین کا مقدمہ یا تقریظ لکھنے والے بزرگ عبداللہ دامانوی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''مجموعہ رسائل کو اب لاہور سے شائع کیا گیا ہے اور دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ تصحیح شدہ ایڈیشن ہے اور اس میں سے اب گستاخی والی عبارت خاموشی سے غائب کر دی گئی ہے۔'' [قرآن وحدیث میں تحریف:۹۲]

دامانوی صاحب کی اس کتاب پر تقریظ علی زئی صاحب نے لکھی ہے۔

علی سبیل التنزل اگر اس عبارت کو اکاڑوی صاحب کی طرف منسوب کیا جائے تو مذکورہ بالا وضاحت سے ثابت ہے کہ حضرت اس سے رجوع فرما چکے ہیں۔

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ مشہور قاعدہ ہے کہ غلطی سے رجوع کرنے والا بری الذمہ ہوتا ہے'' [مقالات ۶/۴۰۸]

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''راقم الحروف کے رجوع کا یہاں اشارہ تک نہیں لکھا، حالانکہ یہ رجوع...کے علم میں ہے اور ایسا کرنا اگر بددیانتی اور خیانت نہیں تو پھر کیا ہے؟!'' [مقالات ۶/۵۵۹]

علی زئی صاحب نے یوں بھی لکھا:

''رجوع کرنے والے کے خلاف پروپیگنڈہ جاری رکھنا اہل الرائے کی کس عدالت کا انصاف

ہے۔؟'' [نور العینین:۳۹]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام غیر مقلدین کی نظر میں

اب دوسروں کو گستاخ نبوت کہنے والے غیر مقلدین کی عبارات ملاحظہ ہوں کہ ان کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مقام ہے؟

محمد اسماعیل سلفی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی سخت قسم کے وہابی تھے۔'' [تحریک آزادی فکر:۲۹۵]

سلفی صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''اہلِ وہاب کوئی مذہب نہیں، نہ ہی ہم لوگ اہلِ وہاب یا وہابی کہلانا پسند کرتے ہیں وہابی نہ کوئی مذہب نہ فرقہ۔'' [تحریک آزادی فکر:۵۰۳]

سلفی صاحب اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

''میلاد کی محفلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب تعلیم اخلاق اور تزکیہ کی بجائے زیادہ تر آپ کے نور ہونے پر گوہر فشانی فرمائی جاتی ہے۔ آپ واقعی ''نورِ مجسم'' تھے لیکن وہ بلب نہیں جو بٹن دبا کر روشن کیا اور بجھایا جاسکتا ہے۔'' [خطبات سلفیہ:۳۳۶،نعمانی کتب خانہ لاہور،مرتب: خواجہ محمد قاسم غیر مقلد]

عبداللہ روپڑی صاحب غیر مقلد نے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق درج ذیل شعر کہا ہے:

أنت الذی من نورک البدر اکتسی   والشمس مشرقة بنور بهاکا

''آپ وہ ہیں کہ بدر (چاند) نے آپ کا نور اُوڑھا ہے اور سورج بھی آپ کے ہی کے نور سے روشن ہے۔'' [مظالمِ روپڑی:۴۷۔ مشمولہ رسائل اہل حدیث جلد اول]

پروفیسر عبداللہ بہاول پوری صاحب غیر مقلد نے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میرے لیے سب سے بڑی مصیبت موت ہے۔'' [خطباتِ بہاول پوری ۳/۱۴۸]

نواب صدیق حسن خان غیر مقلد فرماتے ہیں:

''بعض عرفاء نے فرمایا کہ یہ خطاب اس وجہ سے ہے کہ حقیقتِ محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والتحیہ تمام موجودات کے ذرات افراد ممکنات میں جاری وساری ہے، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں، لہٰذا نمازی کو چاہیے کہ اس معنی سے آگاہ رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حاضر ہونے سے غافل نہ ہو۔''

[مسک الختام:۲۴۴،اہلِ توحید کے لیے لمحہ فکریہ:۱۲۔ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم]

البانی صاحب غیر مقلد نے بزعمِ خود مدینہ منورہ پائی جانے والی ۳۵ بدعات میں ایک بدعت یہ لکھی:

''إبقاء قبرالنبی فی المسجد ''یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو مسجد نبوی میں باقی رکھنا۔[مناسک الحج والعمرۃ:۶۱]

۲۳۰ کتاب کا پورا نام ''غیر مقلدین کی غیر مستند نماز'' ہے قریبا بیس سال کا عرصہ ہوگیا غیر مقلدین اس کتاب کا جواب نہیں دے سکے، البتہ اپنی خفت مٹانے کے لیے وہی عبارت اُچھالتے رہتے ہیں جسے علی زئی صاحب نے گستاخی کا نام دے رکھا ہے۔اس عبارت کا جواب تو خود اکاڑوی صاحب اپنی زندگی میں دے گئے تھے اب غیر مقلدین مردِ میدان بنیں اور اس کتاب کا جواب لکھیں۔

یاد رہے کہ ہم نے علی زئی صاحب کی تردید میں لکھتے ہوئے ''غیر مقلدین کی غیر مستند نماز'' وغیرہ کئی کتب کے نام لکھ کر کہا تھا کہ غیر مقلدین اب تک ان کتابوں کا جواب نہیں لکھ سکے۔ دیکھیے حاشیہ...

علی زئی صاحب نے برانگیختہ کرنے کے باوجود اِس کتاب کے جواب سے چُپ سادھ لی تھی۔

۲۳۱

(الف)......علی زئی صاحب کی پسند کے مطابق جواب تو آگے حاشیہ ۱۳۲ رمیں آرہا ہے، یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ حضرت اوکاڑوی صاحب نے جن فرقوں کے خلاف کام کیا ہے اُن میں غیر مسلم بھی ہیں مثلاً مرزائی فرقہ۔

قرآن میں اللہ نے مؤمنین کی یہ خوبی بیان کی ہے أشداء علی الکفار کہ وہ کافروں پر سخت ہیں۔ لٰہذا اگر حضرت اکاڑوی صاحب نے کافروں کے خلاف سخت رویہ اختیار کیا ہو تو اس کی گنجائش ہے۔

اور یہ بات بھی مدنظر رہے کہ غیر مقلدین کے ایک طبقہ کا طرزِ عمل علمائے دیوبند، احناف اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق انتہائی جارحانہ رہا ہے مثلاً علمائے دیوبند پر کفر وشرک کے فتوے، اَحناف کو جہنمی قرار دینے کی مہم اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو کفر وشرک پر فوت ہوجانے والا کہنا وغیرہ انہوں نے کتابوں میں لکھ رکھا ہے۔حوالہ جات پیش کرنے کے ذمہ دار ہیں۔غیر مقلدین جب چاہیں ہم سے اس کا ثبوت طلب کرسکتے ہیں۔

مظلوم کو بدلہ لینے کا حق ہوتا ہے اگر حضرت اوکاڑوی صاحب نے ان کے جارحانہ انداز کا سختی سے جواب دیا ہو تو یہ ردِ عمل ہے۔ لایحب اللہ الجہر بالسوء من القول إلا من ظلم مدِ نظر رہے۔

(ب)......محمد اسحاق بھٹی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''کسی کے مزاج وطبیعت کی مختلف کیفیتوں کی وضاحت کرنا اس کی توہین نہیں بلکہ اظہارِ واقعہ ہے۔قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طبعی سختی کا تذکرہ فرمایا گیا...حدیث وسیرت کی کتابوں میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی کی تلخ مزاجی کی طرف واضح اشارے موجود ہیں۔''[قافلہ حدیث:۹۸]

بھٹی صاحب آگے لکھتے ہیں:

''جس طرح مختلف افراد مختلف طبائع رکھتے ہیں اسی طرح علماء کرام اور مشائخ عظام بھی الگ الگ طبعیتوں کے مالک ہیں، کسی میں سختی کا پہلو نمایاں ہے اور کسی میں نرمی کا عنصر غالب۔ کوئی انتہائی نازک مزاج ہے اور کوئی بے حد متوازن ومعتدل۔'' [قافلہ حدیث:۹۸]

مذکورہ تحریر میں نبی ،صحابی ،علمائے کرام اور مشائخِ عظام کو سخت مزاج بتلایا گیا ہے تو ان مقدس شخصیات یا بھٹی صاحب کے بارے میں کیا حکم صادر ہوگا؟

(ج)......غیر مقلدین میں جو سخت مزاجی اور تلخ کلامی پائی جاتی ہے ذرا اسے بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ابو بکر غزنوی صاحب غیر مقلد اپنے ایک مضمون ''فاران کی وادی تک'' میں لکھتے ہیں:

''مجھے معاً مولانا (ابوالکلام) آزاد کا اہل حدیثوں کے بارے میں وہ فقرہ یاد آیا: ان پتھروں کو اگر میں ہزار برس بھی تراشتا رہوں تو ان سے انسان کا بچہ تو پیدا نہیں کرسکتا۔''

[فاران کا جوبلی نمبر ۲۱۶،سال ۱۹۸۶ء بحوالہ المہند الدیوبندی:۴۴]

ص ی (غالباً صلاح الدین یوسف) صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''مولانا ابوالاشبال حفظہ اللہ (غیر مقلد، ناقل) کے اندازِ تخاطب میں کہیں کہیں تندی وتیزی آگئی ہے لیکن...'' [الاعتصام: اشاعتِ خاص، بیاد عطاء اللہ حنیف:۱۱۱۷]

غیر مقلدین کی ایک کتاب میں لکھا ہے:

''ایک عجیب بات یہ ہے کہ اہلحدیث عموماً نہایت متشدد ہوتے ہیں۔ تھوڑی تھوڑی چیز پر سخت سے سخت نکتہ چینی کے خوگر۔'' [حضرت مولانا داود غزنوی:۱۸]

محی الدین قصوری صاحب لکھتے ہیں:

''میرے خُسر منشی الہ داد مرحوم ومغفور بھی متشدد اہل حدیث تھے۔'' [حضرت مولانا داوٗد:۱۹]

محمد اسحاق بھٹی صاحب غیر مقلد غرباء اہلحدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

''یہ حضرات اس دور میں بڑے متشدد تھے اور اپنے نقطۂ نظر سے اختلاف کرنے والوں پر سخت الفاظ میں تنقید کرتے تھے۔'' [الاعتصام: اشاعتِ خاص، بیاد عطاء اللہ حنیف:۱۴۶]

آگے لکھتے ہیں:

''یہ حضرات اس قسم کے معاملات میں بڑے نازک مزاج بلکہ سخت مزاج واقع ہوئے ہیں'' [حوالہ مذکورہ، ص:۱۴۷]

بھٹی صاحب ہی لکھتے ہیں:

''مولانا ابراہیم (سیالکوٹی غیر مقلد، ناقل) بے حد نازک مزاج اور غصیلی طبیعت کے مالک تھے۔

ذراسی خلاف طبع بات سے موڈ بدل جاتا اور طیش میں آجاتے بہ الفاظ دیگر سراپا جلال تھے، بسا اوقات ہلکی سے ہلکی بات برداشت کرنا بھی ان کے بس سے باہر ہو جاتا۔'' [قافلہ حدیث:۹۷]

یہاں ہم قارئین کے سامنے سیالکوٹی صاحب کی سخت مزاجی اور درشتگی کا ایک واقعہ درج کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ بھٹی صاحب نقل کرتے ہیں:

''سردیوں کا موسم تھا، مولانا سیالکوٹی ایک دن صبح کے وقت اپنی مسجد میں طلباء کو قرآن مجید کا درس دے رہے تھے۔ محلے کی ایک عورت آئی۔ اس نے مولانا سے بڑی لجاجت کے ساتھ کسی سلسلے میں تعویذ کے لیے عرض کیا۔ مولانا نے فرمایا: بیٹھ جاؤ! طلباء کے درس سے فارغ ہو کر لکھ دوں گا۔ وہ بیٹھ گئی لیکن پانچ منٹ چھ منٹ کے بعد پھر تعویذ کا مطالبہ کیا۔ مولانا نے اب بھی وہی جواب دیا کہ ابھی ٹھہرو! تھوڑی دیر کے بعد فارغ ہوں گا تو لکھ دوں گا... دو چار منٹ بعد اس نے پھر تعویذ کے لیے کہا۔ مولانا نے پھر وہی جواب دیا۔ چوتھی پانچویں دفعہ اُس نے تعویذ مانگا تو مولانا اپنی جگہ سے اُٹھے، اس عورت کے پاس گئے اسے اُٹھایا اور مسجد کے وضو کرنے والے حوض میں پھینک دیا۔ واپس آکر اپنی مسند پر بیٹھتے ہوئے غصے سے کہا: کیا فضول رٹ لگا رکھی ہے: تعویذ دو، تعویذ دو، اس کا یہی علاج تھا، لے لے تعویذ، ڈال لے گلے میں، ہو جا تندرست۔ اُس کے کپڑے حوض کے پانی سے بھیگ چکے تھے، وہ اُٹھی اور اسی حالت میں گھر کو چل پڑی۔''

[قافلہ حدیث:۸۵]

عبدالرشید عراقی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''مولانا محمد علی مئوی صاحب کا شمار برصغیر کے ممتاز علمائے اہلحدیث میں ہوتا ہے اپنے مسلک اہلحدیث میں بہت زیادہ متشدد تھے۔'' [چالیس علمائے اہلحدیث:۱۳۳]

امام خان نوشہروی صاحب غیر مقلد مئوی صاحب کے بارے فرماتے ہیں:

''اپنے مسلک اہلحدیث میں سخت متشدد تھے۔'' [چالیس علمائے اہلحدیث:۱۳۲]

غیر مقلدین نے اپنے علماء کی سخت مزاجی اور تند خواہی کا جو اعتراف اپنی کتابوں میں کیا ہے اس میں سے چند حوالے بطور نمونہ ہم نے یہاں ذکر کیے ہیں۔

(د)......خود زبیر علی زئی صاحب کا لہجہ سخت اور رویہ جارحانہ ہے، حتی کہ اس نے اپنے غیر مقلدین کے خلاف جو تحریریں شائع کی ہیں ان میں بھی ان کی سختی زوروں پہ ہے، علمی مقالات اور الحدیث وغیرہ میں جو کچھ انہوں نے شریف شاکر، محمد خبیب اثری اور کفایت اللہ سنابلی وغیرہ غیر مقلدین کے خلاف لکھا ہے اسے پڑھ کر مُنصف مزاج لوگ قلم کی درشتگی اور لہجہ کی سختی کا شکوہ کیے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ ضرورت پڑی تو ہم وہ عبارات نقل کر کے قارئین کی خدمت میں پیش کریں گے، ان شاء اللہ۔

۲۳۲ علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''ہمارے نزدیک شیخ مبارک پوری رحمہ اللہ کا مذکورہ بیان ان کی اجتہادی خطا ہے اور اس کے مقابلے میں شیخ البانی رحمہ اللہ کا مذکورہ بیان راجح ہے، لہٰذا رضا خانی کا اعتراض مردود ہے۔''

[مقالات ۳۵۶/۵]

کیا اس طرح کا جواب ہماری طرف سے قبول کرلیا جائے گا؟ اس طرح کے جواب دینے کی ہمیں اجازت ہے کہ ہم یوں کہیں؟:

''ہمارے نزدیک مولانا طارق جمیل صاحب حفظہ اللہ کا مذکورہ بیان اُن کی خطا ہے اور اس کے مقابلے میں شیخ محمد عیسی صاحب کا مذکورہ بیان راجح ہے، لہٰذا علی زئی صاحب کا اعتراض مردود ہے۔''

۲۳۳ اگر کوئی شخص کسی کے خلاف اپنی رائے پیش کرے تو اس میں ''اندھا تعصب اور فرقہ نوازی'' کیسے ہے؟ ہر شخص اپنے نزدیک جو صحیح معلومات رکھتا ہے اسے لوگوں کے سامنے پیش کرنے کا حق ہے، اس پر تعصب اور فرقہ نوازی کا طعنہ کیوں کردیا جاسکتا ہے؟

ورنہ تو ہمیں بھی حق بنتا ہے کہ ہم علی زئی صاحب کی مذکورہ بالا مبارک پوری اور البانی سے متعلقہ عبارت کے بارے میں ان کے انداز میں یوں کہیں:

''مبارک پوری صاحب کی رائے کے خلاف البانی کی رائے کو راجح کہنا نری غیر مقلدیت، اندھا تعصب اور فرقہ نوازی ہے۔''

۲۳۴ فرقہ پرستی تو غیر مقلدین میں کوٹ کے بھری ہوئی ہے جیسا کہ غیر مقلدین کی اعترافی عبارتیں ہم حاشیہ...میں نقل کر چکے ہیں۔

۲۳۵ پہلے گستاخ ہونا تو ثابت کرو پھر اگلی بات ہوگی۔ جس عبارت کو گستاخانہ کہا گیا وہ تو اہل قرآن کی طرف سے نقل کی ہے اور اگر اسے حضرت اوکاڑوی صاحب کی عبارت قرار دیں تو انہوں نے اپنی زندگی میں حذف کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ دیکھئے حاشیہ ۲۲۹۔

۲۳۶ اگر اسے نازِ محبوب سمجھ کر ناراض نہ ہوں دلیل کے ساتھ اختلاف کا تو حق رکھتے ہیں۔

۲۳۷ البانی صاحب کا تعارف غیر مقلدین کی زبانی حاشیہ: ۷ میں نقل ہو چکا ہے۔

۲۳۸ ''ہزاروں، لاکھوں'' کہہ کر کیا تاثر دینا چاہتے ہیں یہی کہ وہ عام انسان تھے؟ اگر یہی مطلب ہے تو ہم کہتے ہیں وہ عام اب ہوگئے ہیں جب ہم نے انہیں شاغف صاحب غیر مقلد کی طرف سے ''آنجہانی'' نقل کرکے آپ کے سامنے پیش کیا ہے ورنہ اس سے پہلے تو آپ انہیں ''محدث العصر...امام المحدثین'' قرار دے چکے ہیں۔ [حاشیہ: عبادات میں بدعات: ۱۲۹]

۲۳۹ جب علی زئی صاحب نے حضرت اوکاڑوی صاحب کو ''آنجہانی'' لکھا تو ہم نے حاشیہ: ۷ میں شاغف صاحب غیر مقلد کی کتاب ''مقالاتِ شاغف ص...'' سے البانی کا ''آنجہانی'' ہونا نقل کیا تھا۔

۲۴۰ جب کسی غیر مقلد عالم پر کوئی اعتراض کیا جائے تو علی زئی صاحب عموماً اس کے دفاع میں رٹا رٹایا جواب دے دیتے ہیں کہ یہ ان کی اجتہادی غلطی ہے، یہاں بھی شاغف صاحب کی بات کو ''اجتہادی غلطی'' کہہ دیا حالانکہ شاغف صاحب تو سرے سے اجتہاد کو مانتے ہی نہیں۔

چنانچہ شاغف صاحب لکھتے ہیں:

''پس اے امت مسلمہ کتاب وسنت کے صریح احکام پر عمل کرنے پر اکتفا کرو۔ اس کے اندر ڈوب کر ست نکالنے کی فکر میں مت پڑو۔ اجتہادی وقیاس کی ضرورت نہیں غلط فہمی میں مت پڑو۔ یہ شیطانی وسوسے ہیں اور انہی وساوس پر عمل کرنے کے نتائج ہیں کہ امت مسلمہ متفرق فرقوں میں بٹ کر تباہ و برباد ہو رہی ہے''

[مقالات شاغف: ۲۸۲]

شاغف صاحب دوسری جگہ مقلدین پر افسوس کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مزید افسوس ان پر یہ ہے کہ اجتہاد و قیاس ورائے کو دین کے اصول سمجھتے ہیں۔'' [مقالات شاغف: ۴۵۵]

جب شاغف صاحب اجتہاد کے قائل ہی نہیں اسے شیطانی وسوسہ اور امت کی تباہی کا ذریعہ بتاتے ہیں تو علی زئی صاحب کیسے ان کی بات کو ''اجتہادی غلطی'' کہتے ہیں؟

اسے ''اجتہادی غلطی'' تو ان کی اپنی عبارت کے ہوتے ہوئے نہیں کہہ سکتے، باقی اسے ''عنادی غلطی'' کہیں یا کچھ اور؟ یہ غیر مقلدین خود ہی فیصلہ کر لیں۔

۲۴۱ اوکاڑوی صاحب کو ''آنجہانی'' تو علی زئی صاحب مخالف نے کہا ہے جب کہ انہیں یہ بھی تسلیم ہے کہ مخالف کی جرح معتبر نہیں۔

لیکن البانی صاحب کو ''آنجہانی'' تو ان کے ہم مذہب غیر مقلد نے کہا ہے۔ کیا یہ حیرت کی بات نہیں کسی دیوبندی کے خلاف تو غیر مقلد کی بات مان لی جائے اور غیر مقلد کے بارہ میں اس کے اپنے غیر مقلد کی گواہی کو رد کر دیا جائے؟ (جاری.....)

وفیات

......حضرت مولانا مفتی شعیب عالم صاحب (بنوری ٹاؤن، کراچی) کے بھائیؒ

......حضرت مولانا مفتی عبدالمعید صاحبؒ سرگودہا......حضرت مولانا مفتی نثار احمد صاحب (جہان) کی اہلیہ محترمہؒ

......محترم جناب عبدالرؤفؒ صاحب گکھڑ ......محترم جناب قاری حاکم علی صاحب چار یاری کی خالہ محترمہؒ

قارئین سے مرحومین کی مغفرت اور پس ماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کی درخواست ہے۔ [ادارہ]

مولانا عبدالجبار سلفی قسط ۶

مولانا حافظ صلاح الدین یوسف صاحب کی خدمت میں!

مسئلہ حیات النبی پر حافظ صاحب کے مغالطات، تسامحات اور تضادات:

مولانا یوسف صاحب نے چونکہ اپنا مضمون غالباً ہنگامی صورت حال میں قلم بند فرمایا تھا اس لیے وہ اپنے کسی دعوے پر دلیل لانا تو کجا' خود دعویٰ بھی صحیح طریقے سے پیش نہ فرما سکے۔ یہی وجہ ہے کہ علم و تحقیق کی پھوار' ان کے کسی خشک کو تر نہ کر سکی۔ ہم نے تکفیر رفض کے موضوع پر لکھے گئے اپنے مقالہ میں بر سبیل تذکرہ مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری اور ان کی فکر انکارِ حیات النبی کا ایک' یک سطری تذکرہ کیا تھا۔ جس پر مولانا یوسف صاحب برافروختہ ہوئے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس عنوان پر بھی خامہ فرسائی کی ہے، بلکہ ان کے مضمون کا عنوان ہی ''مسئلہ حیات النبی......ایک وضاحت'' ہے۔ مسئلہ تقلید وغیرہ تو وہ ویسے ہی دل پشوری کے لیے بطور تمہید لائے تھے۔ تاہم اپنے دیگر ادعاء کی طرح وہ اس مرکزی موضوع پر بھی کوئی ثابت قدمی نہ دکھا سکے۔ حافظ صاحب کے مندرجات کو بجائے ایک ایک کر کے ذکر کرنے سے ہم یکجا پیش کر دیتے ہیں تاکہ ہمارے قارئین کو ان کا موقف بہ یک نظر اور پھر ہمارا تبصرہ پڑھنے کے بعد واضح رائے دینا آسان ہو جائے۔ مولانا یوسف صاحب کا موقف ملاحظہ فرمائیے!

(۱)......دوسرا مسئلہ حیات النبی ﷺ کا ہے جس کی بابت عرض کیا گیا تھا کہ نبی اکرم ﷺ کو قبر مبارک میں جو زندگی حاصل ہے وہ برزخی ہے، جس کی نوعیت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، دنیوی زندگی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہی مسلک اہل حدیث کا ہے۔ جبکہ عام دیوبندی علماء کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کو قبر میں جو زندگی حاصل ہے وہ دنیوی زندگی ہی کی طرح ہے۔ بلکہ اس سے بھی قوی تر ہے۔ اس لیے جس طرح ان سے زندگی میں توسل جائز تھا اسی طرح اب بھی آپ ﷺ سے توسل جائز ہے۔ یعنی قبر مبارک پر آپ سے درخواست کرنا جائز ہے۔ یہ عقیدہ قرآن وحدیث کی نصوص صحیحہ کے خلاف ہے۔ اس لیے سید عنایت اللہ شاہ بخاریؒ اس سے انکار کرتے تھے اور اہل حدیث بھی اس مسئلے کو اس طرح نہیں مانتے۔

(۲)......جہاں تک فاضل موصوف کی یہ بات ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے جسم اطہر کے ساتھ روح مبارکہ کو ایک خاص تعلق ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے۔ لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی برزخی زندگی بالکل دنیوی زندگی کی طرح حقیقی بلکہ اس سے بھی قوی زندگی ہے؟

(۳)......بنا بریں اس صحیح بات پر یہ عقیدہ کیوں کر متفرع ہو سکتا ہے کہ اس تعلق کی بناء پر آپ ﷺ اپنے

روضہ انور پر پڑھا جانے والا صلوۃ وسلام سماعت فرماتے ہیں؟ سماعت کا یہ عقیدہ اس وقت تک صحیح قرار نہیں دیا جا سکتا جب تک آپ جسم و روح کے معنوی تعلق کو دنیاوی زندگی کی طرح حقیقی زندگی ثابت نہیں کر دیتے۔اور اس کے اثبات کے لیے نص تصریح کی ضرورت ہے۔وہ آپ پیش فرمائیں۔وہ آپ کے اکابر کے اپنے بیان کردہ عقیدوں سے ثابت نہیں ہوگی۔

(۴)......نبی اکرم ﷺ بھی نص قرآنی کے مطابق وفات پا چکے ہیں۔اور صحابہ نے عام انسانوں کی طرح آپ ﷺ کو بھی لحد مبارک میں دفنایا ہے۔آپ کی وفات کے بعد کسی صحابی نے آپ کی قبر پر جا کر آپ سے توسل یا استشفاع نہیں کیا۔

(۵)......راقم کے خیال میں شاہ صاحب بخاری کی طرف روح کے تعلق کے انکار کا انتساب صحیح نہیں ہے، تاہم صلوۃ وسلام کے سماع کا انکار وہ کرتے تھے۔اور اس کی وجہ روح کے تعلق کا انکار نہیں، کیونکہ روح کا تعلق ہی تو حیات برزخی کی بنیاد ہے۔

(۶)......نبی کریم ﷺ بھی قرآن کے اس عموم میں داخل ہیں کہ فوت شدگان کو کوئی اپنی بات نہیں سنوا سکتا ہے۔

(۷)......حافظ عبدالجبار سلفی صاحب نے مولانا سید نذیر حسینؒ محدث دہلوی کے فتاویٰ نذیریہ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ کوئی عند القبر درود پڑھے گا، میں سنوں گا، ہمیں تو فتاویٰ نذیریہ میں یہ عبارت نہیں ملی۔جس میں یہ حدیث بھی ہو، پتہ نہیں انہوں نے کس جگہ سے یہ اقتباس نقل کیا ہے؟ ہمارے ناقص علم کے مطابق محولہ حدیث، جس کے الفاظ یہ ہیں: **''من صلّی علیّ عند قبری سمعته''** ضعیف ہی نہیں، موضوع بھی ہے۔اس کی اسنادی بحث کے لیے ملاحظہ ہو، السلسلة الضعیفة لألبانی ، جلد نمبر ا صف ۲۳۹ وغیرہ وغیرہ) علاوہ ازیں اس کے لیے کسی بھی بڑے سے بڑے عالم یا بزرگ کی کتاب یا فتویٰ یا رائے کا حوالہ کافی نہیں ہے، چاہے اہل حدیث کے ہاں بھی اس کی علمی حیثیت مسلمہ ہو، کیونکہ حدیث کی صحت کے لیے یہ بات کافی نہیں ہے کہ فلاں بزرگ نے اس سے استدلال کیا یا اس کو صحیح کہا یا اپنی کتاب میں درج کیا۔

(۸)......اور سنیے! مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے لکھا تھا: رسول اللہ ﷺ کی حیات دنیوی علی الاتصال، اب تک مستمر ہے، اس میں انقطاع یا تبدل وتغیر، جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہو جانا، واقع نہیں ہوا[آب حیات ص: ۲۷۔ بہ حوالہ مقالاتِ علمی ، حافظ زبیر علی زئی :۲۱/۱]۔اور دوسری کتاب میں ہے: ارواحِ انبیائے کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا۔[جمال قاسمی: ۱۵، بہ حوالہ مذکور] اس عقیدے میں تو آپ حضرات بریلویوں سے بھی نمبر لے گئے ہیں۔بریلوی کہتے ہیں کہ: آپ ﷺ پر موت وارد ہوئی مگر ایک آن کے لیے، اور آپ کے اکابر فرماتے ہیں: روح کا اخراج ہی نہیں ہوا، یعنی موت وارد ہی نہیں ہوئی،

کیوں کہ موت تو اخراج روح کا نام ہے، جب روح کا اخراج ہی نہیں ہوا تو موت وارد ہی نہیں ہوئی۔ جبکہ اللہ تعالیٰ بھی آپ ﷺ کی موت کا اعلان فرمارہے ہیں۔

[ہفت روزہ الاعتصام، لاہور۔ صفحہ ۲۳ تا ۳۱ سے اقتباسات، بابت ۳۱/اکتوبر تا ۴/نومبر ۲۰۱۴ء شمارہ: ۴۲، جلد: ۶۶]

تبصرہ:

قارئین کرام!

زیر بحث مسئلہ سے متعلق ہم نے مولانا یوسف صاحب کے موقف کی تلخیص پیش کردی ہے۔ اَب اختصار کے ساتھ اس پر تبصرہ پیش خدمت کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ مولانا صاحب بھی اور ہمارے قارئین بھی، پوری توجہ اور یکسوئی کے ساتھ ٹھنڈے دل سے ہماری معروضات پر غور کریں گے۔ ہم اس مسئلے کو طول نہیں دینا چاہتے، کیونکہ اگر تمام جزی کلی بحثیں درج کی جائیں تو مضمون بہت طوالت اختیار کرلے گا۔ جبکہ یہ ساری بحثیں درجنوں کتابوں میں آچکی ہیں۔ ہم یہاں صرف اپنے محترم بزرگ مولانا صلاح الدین یوسف صاحب کے پیش کردہ ایرادات پر نقد کریں گے اور وہ بھی انتہائی اختصار کے ساتھ۔

(۱) حیاتِ برزخی اور حیاتِ دنیوی:

یہ بات مسلم ہے کہ کل عالم چار ہیں:

۱۔ عالم ارواح ۲۔ عالم دنیا (شہادت) ۳۔ عالم برزخ ۴۔ عالم محشر

انبیاء وغیر انبیاء سب کے سب ایک جہاں سے دوسرے جہاں منتقل ہوئے ہیں، مگر ضابطہ اور کیفیت ہر ایک کی شان وعظمت کے مطابق ہے۔ حضورِ اقدس ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو وفات بھی ہوئی۔ اور جب وفات ہوئی تو آپ بے شک آپ عالم برزخ میں ہیں۔ اور زیر بحث حیات کا تعلق برزخی جہاں سے ہی ہے۔ اور اسی حیات کو کبھی حیات دنیوی کہہ دیا جاتا ہے اس سے مراد وہ حیات نہیں ہوتی جو وفات سے قبل عالم شہادت میں حاصل تھی۔ کیونکہ بعد از وفات عالم شہادت کی حد ختم ہوجاتی ہے اور برزخ کی شروع ہوجاتی ہے جو قیامت تک جاری رہے گی۔ نیز حیات فی القبر من کل الوجوہ دنیاوی نہیں ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیں کہ بچپن میں ہمیں حیات تھی مگر احکام شرعیہ کے مکلّف نہ تھے اور جب بالغ ہوگئے تو حیات اب بھی ہے مگر حیات بعد البلوغ من کل الوجوہ حیات قبل البلوغ کے مماثل نہیں ہے۔ حضور اکرم ﷺ دنیاوی زندگی میں نمازیں ادا فرماتے تھے تو وہ فرض تھیں اور آپ ﷺ جب روضہ اطہر میں نماز ادا فرماتے ہیں تو بطور فرضیت کے نہیں تلذذ کے ہیں۔ جن بزرگوں کی کتابوں میں برزخی حیات کو دنیوی حیات لکھا گیا ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ دنیا والا جسم اطہر زندہ ہے جسدِ مثالی نہیں۔ اور روحِ اطہر کا تعلق اسی دنیاوی جسم مبارک کے ساتھ ہے، اگرچہ اس کی پوری کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں اور نہ ہی حیات فی القبر کا یہ

مطلب ہے کہ آپ ﷺ پر موت کا ورود ہی نہیں ہوا۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی جن عبارات سے مغالطہ ہوا ہے اس کی وضاحت آگے اپنے مقام پر آئے گی، ان شاء اللہ۔ لہٰذا حیاتِ حقیقی، برزخی، روحانی یا حسی وغیرہ اِس ضمن میں جو نام استعمال میں آتے ہیں ان کا لب لباب فی نفسہ ایک ہی حیات کا ہونا ہے کہ آپ ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ اور قبر ظرفِ مکان ہے، جبکہ برزخ ظرفِ زمان ہے۔ مولانا صلاح الدین یوسف صاحب کو اعتراض ہے کہ علمائے دیوبند برزخی زندگی کو قوی تر کیوں کہتے ہیں؟ ہمیں افسوس ہے کہ نہایت غیر عالمانہ اعتراض آپ کو سوجھا ہے، کیونکہ آنحضور ﷺ کا روضہ اطہر جنت کا ٹکڑا ہے، بلکہ اس سے بھی افضل ہے۔ جبکہ دنیا کی زندگی لہو ولعب، فانی اور آزمائشوں کی آماجگاہ ہے۔ جنت میں نہ موت ہے، نہ بیماری اور نہ کوئی آفت و مصیبت، تو لامحالہ وہاں کی زندگی قوی تر اور اقویٰ ہے۔ اور اسی فلسفے پر پورے کے پورے دین کا مدار ہے۔ یہ علمائے دیوبند کا خود ساختہ اور جداگانہ نظریہ نہیں ہے، کتاب وسنت کی تعلیمات اور فیوضات کا ہی خلاصہ ہے۔ جسے علمائے اہل سنت نے قبول کیا اور پھر آگے اس کی تشہیر کی۔ مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کے فلسفۂ تشدد اور گرم مزاجی کی وجہ سے ہمارے اہل حدیث دوستوں کا بلڈ گروپ ان سے ملاپ کر گیا ہے۔ شاہ صاحب بھی نہایت غصیلے اور جوشیلے تھے، جبکہ ہمارے اہل حدیث بھائی بھی چلتے پھرتے ہائیڈروجن بم ہیں۔ ورنہ اس کے علاوہ شاہ صاحب کی تائید کی ہمیں کوئی وجہ سمجھ نہیں آتی۔ کیونکہ مولانا یوسف صاحب' شاہ صاحب ؒ کے نظریے سے واقف نہیں ہیں۔ مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری حضور اقدس ﷺ کے جسم اطہر کو قبر اطہر میں سالم ومحفوظ جانتے تھے مگر روح کے تعلق کے قائل نہیں تھے، اور اسی عدم تعلق کے نظریے کی وجہ سے وہ صلوۃ وسلام کے بھی منکر تھے۔ بلکہ شاہ صاحب کے فکری ترجمان مولانا محمد حسین نیلوی تو یہاں تک لکھ گئے ہیں کہ نبوت فقط روح کا نام ہے، جسم کا نہیں۔ جس پر تفصیلی تبصرہ راقم الحروف نے اپنی تصنیف ''القول البشر فی حیات خیر البشر ﷺ'' میں کیا ہے۔

اور اتنی بات تو بہر حال مولانا یوسف صاحب بھی جانتے ہیں کہ مرنے کے بعد کفار، مومنین، فاسقین، متقین، اور انبیاءؑ سب کے سب برزخ میں ہیں، تو کیا ان کے برزخی مقامات اور درجات (العیاذ باللہ) ایک جیسے ہیں؟ قطعاً نہیں، برزخی مقامات ایمانی، روحانی اور شرعی عظمتوں کے مطابق ہوتے ہیں۔ اس لیے اگر عالم دین کی کتب میں حیات فی القبر کو لا برزخیۃ کہا گیا ہے تو اس سے مراد وہ مقام برزخ ہے جو غیر انبیاء کو نصیب ہوتا ہے۔ تو مولانا صاحب' سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری سے فقط طبائع کے اشتراک و امثال سے متاثر ہیں یا پھر ان کے جذبہ توحید سے۔ مگر کسی بھی عقیدے میں اس حد تک غلو اختیار کر جانا کہ دوسرے عقیدے کا سرے سے انکار ہو جائے، کوئی دانشمندی نہیں ہے۔ (باقی صفحہ نمبر 16 پر)

مجلّہ صفدر کا فتنہ غامدی نمبر......اکابر کی نظر میں!

بقیۃ السلف، استاذ المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم کی رائے گرامی

مکرمی ومحترمی زیدت معالیکم ووفقکم اللہ لما یحب ویرضی وحفظکم اللہ من الشرور

فتنہ غامدی نمبر کی جلد اول پہنچ گئی، جزاکم اللہ خیرا کثیرا کثیرا۔ آمین

جس اہتمام اور تفصیل کے ساتھ اِس فتنے کی سرکوبی اِس (خاص) نمبر میں کی ہے، باطل کی تردید کے حوالے سے اِس کی مثال نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی سعی وکوشش کو حسن قبول عطاء فرمائیں اور گمراہوں، خصوصاً عمار خان ناصر اور زاہد الراشدی کی ہدایت کا ذریعہ بنائیں کہ یہ دونوں گمراہ' عمدہ اور قابلِ رشک علمی خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں۔

سلیم اللہ خان

جامعہ فاروقیہ کراچی

یکم شعبان ۱۴۳۶ھ......۲۰/مئی ۲۰۱۵ء

استاذ العلماء، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الرزاق اسکندر مدظلہم کی رائے گرامی

عزیز القدر جناب مولانا احسن خدامی صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج شریف!

مجلّہ صفدر کا غامدی نمبر (جلد اول) وصول پا کر ممنون ہوا۔ ماشاء اللہ اہل علم کی تائید وتنقیدی آراء سے آراستہ ہے۔ ان آراء کی جمع وترتیب میں بھی خوب محنت سے کام لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اِس محنت کو قبول فرمائے، امت مسلمہ کو زائغین کے زیغ وضلال سے محفوظ فرمائے، جو مسلمان سادہ لوحی کی بناء پر فتنۂ غامدیت کا شکار ہو چکے ہیں، اللہ تعالیٰ اِس کوشش کو اُن کی چشم کشائی اور ہدایت کا ذریعہ بنائے، آمین، وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

فقط والسلام......عبد الرزاق اسکندر

مہتمم: جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی

۵/شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ......۲۴/مئی ۲۰۱۵ء

انجم نیازی

شیخ طریقت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ تعالیٰ

خلیفہ مجاز: شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

تجھے کیسے بتاؤں قاضی مظہر کیسا لگتا تھا
وہ جب بھی سامنے آتا بہت ہی اچھا لگتا تھا

نمونہ بن کے پھرتا تھا وہ تقوے اور تقدس کا
صحابی تو نہ تھا لیکن صحابہ جیسا لگتا تھا

گرجتا تھا تو اُس کی گونج جاتی آسمانوں تک
مگر اُس کا لب و لہجہ بہت ہی میٹھا لگتا تھا

عجب ہی دلکشی محسوس ہوتی اُس کی باتوں میں
گلابوں کی طرح بے عیب اُس کا چہرہ لگتا تھا

پہاڑوں سے کہیں اُونچا نظر آتا تھا لوگوں کو
سمندر سے کہیں بڑھ کر مگر وہ گہرا لگتا تھا

چمن کے تازہ پھولوں سے تھی بڑھ کر دلکشی اُس کی
وہ سچا تھا ہمیشہ ہی ہمیں وہ سچا لگتا تھا

لب و رُخسار پر اُس کے صداقت رقص کرتی تھی
صداقت اور سچائی کا وہ مے خانہ لگتا تھا

وہ کتنی مرتبہ ڈوبا وہ کتی مرتبہ اُبھرا
وہ اِک روشن ستارا ٹوٹ کر بھی اچھا لگتا تھا

کھڑا ہوتا تو لگتا تھا اِمام الہندؒ ہی جیسا
مگر منبر پہ مدنیؒ کی طرح وہ بیٹھا لگتا تھا

لبوں پر شہد ہی جیسی رہا کرتی مٹھاس انجم
کہ جب وہ بولتا تو شہد جیسا میٹھا لگتا تھا